بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

مرزا ایوب بیگ

جمہوریت اِک طرزِ حکومت

۱۲/اکتوبر ۱۹۹۹ء کے اقدام کی کوئی آئین پسند یا قانون کی حاکمیت کا قائل شخص کسی طرح بھی حمایت نہیں کر سکتا اور نہ ہی اسے جائز قرار دے سکتا ہے۔ آج کے دور میں جمہوریت کی بیخ کنی کو کون درست قرار دے سکتا ہے؟ لیکن ——— ' ہمارے سیاست دان بے نظیر ہو یا نواز شریف ان کو کون سمجھائے کہ جمہوریت محض ووٹوں کی کمی بیشی کا نام نہیں ہے کسی جمہوری ملک میں سو فیصد ووٹ حاصل کر کے بھی اکبر اعظم نہیں بنا جا سکتا۔ مغرب نے آج اگر اپنے ہاں جمہوریت کو ایمان کا درجہ دیا ہے تو ایسا صرف اس لئے اور اس طرح ممکن ہوا کہ جمہوری اداروں کا تقدس قائم کیا گیا۔ مقننہ' عدلیہ اور انتظامیہ کا اپنا اپنا دائرہ کار مقرر ہوا۔ جمہوریت کے یہ تینوں ستون عدم مداخلت کے اصول پر حتی الامکان کاربند نظر آتے ہیں۔ بلکہ بہت سے معاملات میں ایک دوسرے کی معاونت کرتے ہیں۔ جمہوریت کے چوتھے ستون یعنی صحافت کو پوری پوری بلکہ ضرورت سے زیادہ آزادی دی گئی۔ انتظامیہ اگر اپنی حدود کو پھلانگنے کی کوشش کرے یا ملکی مفاد کے خلاف کوئی اقدام کرے یا کرپشن کا کوئی معمولی سا واقعہ پیش آ جائے تو اخبارات و جرائد بلکہ الیکٹرونک میڈیا بھی اس پر جھپٹ پڑتے ہیں جس سے چیک اینڈ بیلنس کا ایک اچھا نظام وجود میں آ چکا ہے۔ بہرحال مغربی جمہوریت بھی بہت سی برائیوں اور خباثتوں کے باوجود سود مند طرزِ حکومت ثابت ہوئی ہے۔ بدقسمتی سے جمہوریت کے بطن سے پیدا ہونے والے پاکستان میں آج تک کوئی حقیقی جمہوریت قائم نہیں ہو سکی اگرچہ ملک میں فوجی حکومتوں کے علاوہ سول حکومتیں بھی قائم ہوئی ہیں لیکن یہ بھی سول حکومتیں تھیں جمہوری حکومتیں نہیں تھیں۔ مارشل لاء کے نفاذ کی صورت میں تو چلتا ہی مارشل کا لاء تھا لیکن سول حکمران بھی جمہوریت کا راگ الاپنے کے باوجود اپنی ذات میں ارتکاز قوت کے لئے دیوانے ہوئے جاتے تھے۔ ۱۹۸۵ء میں ضیائی مارشل لاء کی کوکھ سے جنم لینے والی جمہوریت نے ایسے ایسے تماشے دکھائے کہ انقلاب فرانس میں جانیں دینے والوں کی قبریں جل اٹھی ہوں گی۔ عوامی نمائندوں یعنی قومی و صوبائی اسمبلی کے ممبران کو بند ڈبوں میں پیک کر کے کبھی چھانگا مانگا کبھی مری کے کوہساروں اور کبھی میریٹ ہوٹل اسلام آباد میں سجایا جاتا تھا۔ پورا ملک نیلام گھر بنا ہوا تھا۔ قائد ایوان اور اپوزیشن لیڈر ممبران اسمبلی کی پسلیاں یوں ٹٹولتے تھے جیسے عید قربان پر بکروں اور دنبوں کو ٹٹولا جاتا ہے۔ صوبے کی پولیس اور مرکز کے رینجرز متحارب افواج کی طرح ایک دوسرے کے خلاف پوزیشنیں سنبھال لیتے تھے۔ اس شرمناک جمہوریت کے مرکزی کردار بے نظیر اور نواز شریف تھے۔ دونوں کو حکومت کرنے کے دو دو مواقع میسر آئے لیکن دونوں ہوسِ زر اور ہوسِ اقتدار میں ڈوبے رہے اور جمہوری اقدار کو مستحکم کرنے کی بجائے اپنی کرسی کو مضبوط کرنے کی فکر میں رہے۔ بے نظیر دونوں مرتبہ زیادہ قوت سے برسراقتدار نہ آ سکیں لہٰذا وہ اس پوزیشن میں ہی نہ تھیں کہ اداروں کا کچھ بگاڑ سکتیں چنانچہ انہوں نے اپنی مالی پوزیشن کو مستحکم کرنے کی طرف ساری توجہ مرکوز رکھی اور مردِ اوّل نے اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ البتہ نواز شریف نے جمہوری اداروں کے ساتھ وہ سلوک کیا کہ اللہ دے اور بندہ لے۔ دوسری مرتبہ برسراقتدار آتے ہی صدر مملکت کو بے اختیار کر دیا گیا۔ صرف اسمبلی توڑنے کے اختیارات ہی ختم نہیں کئے گئے بلکہ فوجی سربراہوں کا تقرر' صوبائی گورنروں کا تقرر اور دوسرے بہت سے اختیارات صدر کی بجائے وزیر اعظم کو تفویض کر دیئے گئے۔ ایک آئینی ترمیم کے ذریعے ممبران اسمبلی کی زبانوں کو گنگ کر دیا گیا۔ وزیر اعظم کے خلاف عدم اعتماد کو اتنا پیچیدہ بنا دیا گیا کہ وہ تقریباً ناممکن ہو گیا اور اگر وہ آئین میں مجوزہ پندرھویں ترمیم کرنے میں بھی کامیاب ہو جاتے (جس کے لئے وہ مارچ ۲۰۰۰ء کا انتظار کر رہے تھے تاکہ سینٹ میں دو تہائی اکثریت حاصل ہو سکے) تو موصوف کو یہ اختیار بھی حاصل ہو جاتا کہ وہ شریعت اسلامیہ میں معروف اور منکر کا تعین کر سکتے جسے کسی عدالت میں چیلنج نہ کیا جا سکتا۔ بہرحال ممبران اسمبلی کا انگوٹھا لگوا کر آئینی اور قانونی شخصی حکومت قائم کر لی گئی لیکن بات یہاں تک بھی نہ رکی جب سندھ کے معاملات میں آئین راستے میں حائل ہوا تو آئین کو بھی پاؤں تلے روند دیا گیا۔ ان دنوں Hell with the constitution ان کا تکیہ کلام بنا ہوا تھا۔ گورنر راج کا نفاذ اگرچہ آئینی قدم ہے لیکن گورنر راج قائم کر کے اسمبلی ختم کرنا اور چھ ماہ میں دوبارہ انتخابات کروانا آئین کا تقاضا تھا لیکن سندھ میں عجیب و غریب ماورائے آئین من مانے اقدام کئے گئے۔ گورنر راج کا نفاذ کیا گیا لیکن گورنر بے اختیار اور مشیر برائے سندھ کا غیر آئینی نیا عہدہ پیدا کر کے تمام صوبائی اختیارات مرکز کو منتقل کر دیئے گئے سندھ اسمبلی قائم رکھی گئی لیکن وہ اجلاس نہیں کر سکتی تھی' قانون سازی نہیں کر سکتی تھی' سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کے اختیارات معطل کر دیئے گئے۔ صوبے کو پولیس اسٹیٹ بنا دیا گیا' انہی اقدام نے فوج کو یہ پیغام دیا کہ جس کے پاس پولیس کی طاقت ہے وہ آئین کو توڑ مروڑ رہا ہے ہمارے پاس فوجی قوت ہے ہم پورے آئین ہی کو معطل کیوں نہ کر دیں۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس اگر قانون بن جائے تو میدان بڑی لاٹھی والے کے ہاتھ ہی آئے گا۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ وطن عزیز میں ووٹوں والے اگر بدتر آمریت قائم نہ کرتے تو بوٹوں والے بدترین آمریت قائم کرنے کی کبھی جرأت نہ کرتے۔

یاد رہے جمہوریت محض ایک طرزِ حکومت ہے اور اس پر وہی رنگ چڑھ جائے گا جس نظام کے تحت اسے ایک طرزِ حکومت کے طور پر اپنایا جائے گا۔ مثلاً مکمل سرمایہ دارانہ نظام ہو گا تو مادر پدر آزاد جمہوریت اس میں پروان چڑھے گی' پابند جمہوریت کیمونسٹ اور سوشلسٹ نظام میں چل سکے گی۔ اسلامی نظام ہو گا تو حقیقی جمہوریت اپنی اصل رُوح کے ساتھ جلوہ گر ہو گی جس میں ایک طرف عوام کا یہ حق غصب نہیں کیا جا سکے گا کہ وہ کس کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں چاہے یہ بیعت بذریعہ بیلٹ ہی کیوں نہ ہو پھر یہ کہ حاکم کا گریبان کبھی عوام کی پہنچ سے باہر نہیں ہو گا۔ امیر و مامور دونوں شریعت کی حدود پھلانگ نہیں سکیں گے مامور شرعی حدود کے اندر اپنے امیر کے ہر حکم کی بجا آوری کا پابند ہو گا لیکن حق بات کہنے سے اسے روکا نہیں جا سکے گا۔ بہرحال کہاں ہم اور کہاں یہ آئیڈیل طرزِ حکومت ہم نے وہ سانچہ اور ڈھانچہ ہی قائم نہیں ہونے دیا جس میں اسلامی جمہوریت کو ڈھالا جا سکتا۔ گم کردہ راہ کو منزل ملے تو کیسے ملے۔ OO

علم الاسماء خلافتِ آدم کی بنیاد تھا' چنانچہ انسان کو یہ علم بالقوہ عطا کیا گیا

یہ حقیقت آج بہت کم لوگوں پر واضح ہے کہ انسان کا وجود روح اور مادی جسم کا مرکب ہے

جس طرح انسان کے دو وجود ہیں اسی طرح علم کی بھی دو اقسام ہیں' ایک علم کا تعلق جسم سے اور دوسرا روح سے متعلق ہے

دوسرا علم' عقلِ انسانی اور اُس کے حواس کی پہنچ سے باہر تھا اس لئے وہ انبیاء کے ذریعے عطا کیا گیا

اللہ نے انسان کو دو سماعتیں' دو بصارتیں اور دو عقلیں عطا کی ہیں

مسجد دارالسلام باغِ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۱۷/ دسمبر ۹۹ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

(مرتب : فرقان دانش خان)

یہ حقیقت آج بہت کم لوگوں پر واضح ہے کہ انسان ایک مرکب وجود کا حامل ہے۔ یعنی انسان کے وجود میں دو مکمل' متوازی لیکن ایک دوسرے سے آزاد' خود مکتفی وجود موجود ہیں۔ ایک اس کا حیوانی وجود ہے اور ایک اس کا روحانی وجود ہے۔ بلاشبہ یہ حقیقت ہمارے اسلاف کے علم میں تھی اور ان پر یہ حقائق پوری طرح واضح تھے۔ چنانچہ شیخ سعدیؒ نے اس بات کو کس قدر سادگی سے بیان کیا ہے ؎

آدمی زادہ طرفہ معجون است
از فرشتہ سرشتہ وز حیوان

"یہ ابنِ آدم عجیب معجون (مرکب) ہے۔ اس میں ایک فرشتے اور ایک حیوان کو گوندھ دیا گیا ہے"۔ یہاں فرشتے سے مراد رُوح ہے۔ یہ جان لیجئے کہ روح اور جان الگ الگ شے ہیں۔ جان (Life) تو کتے اور بلی میں بھی ہے' لیکن روح صرف انسان میں ہے۔ روح کا لفظ فرشتوں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے' یعنی فرشتے بھی ارواح ہیں۔ جیسے ہم جبرئیل امین کو روح القدس کہتے ہیں۔

آج کے دور کا افلاس یہ ہے کہ مادی تہذیب کے زیر اثر پوری دنیا اس حقیقت سے نابلد ہو چکی ہے اور آج کا انسان خود کو محض حیوان سمجھتا ہے۔ مغرب میں احیاء العلوم کی تحریک (Renaissance) کے بعد جو سائنس اور فلسفہ کا ارتقاء ہوا' اس کا رخ مذہب کے خلاف اور مادہ پرستی کی طرف تھا۔ یعنی جو چیز انسان کے حواس کی گرفت میں نہیں آ سکتی' جو حقیقت verify نہیں کی جا سکتی ہم اسے نہیں مانتے۔ کوئی مانتا ہے تو مانے' ہم ان مسائل پر بحث ہی نہیں کریں گے۔ لہٰذا وہ روحانی وجود خارج از بحث ہو گیا اور انسان نرا حیوان رہ گیا۔ اس صورت حال پر اکبر الٰہ آبادی نے بڑی خوبصورت پھبتی کسی تھی ؎

کہا منصور نے خدا ہوں میں
ڈارون بولا بوزنا ہوں میں
ہنس کے کہنے لگے مرے اک دوست
فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

> **آج دنیا میں ایک آنکھ والی تہذیب کا سکہ رواں ہے**

ڈارون کی ہمت یہی تھی کہ اسے اپنا وجود بندر نظر آیا' جبکہ منصور کا معاملہ یہ تھا کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ دراصل یہ دونوں نقطۂ نظر انسان کے ان دو وجودوں کے بارے میں اپنی اپنی انتہا پر ہیں۔ چونکہ روح کا تعلق حقیقت کبریٰ سے ہے اس لئے منصور کے نقطۂ نظر کی توجیہہ ممکن ہے' لیکن شرعی اعتبار سے چونکہ ایسا کہنا غلط ہے اس لئے اسے سولی چڑھا دیا گیا۔ دوسری طرف ڈارون کی نظر اس حیوانی وجود سے آگے نہ جا سکی۔ اس کے نزدیک انسان زیادہ سے زیادہ بندر کی ترقی یافتہ شکل ہے۔

اس حقیقت کا ایک ضمنی نتیجہ نکلتا ہے جو اپنی جگہ خود انتہائی اہم ہے۔ وہ یہ کہ جس طرح انسان کے دو وجود ہیں اسی طرح علم کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک حیوانی علم ہے' ایک روحانی علم ہے۔ علامہ ابن خلدون نے اپنے ایک قول میں اس حقیقت کو بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں : علم دو قسم کا ہے (۱) علم الابدان (۲) علم الادیان

علم الابدان ہے فزیکل باڈیز کا علم' اس میں ساری فزیکل سائنسز آ جائیں گی۔ کیونکہ یہ سارا وہ علم ہے جو انسان نے اپنے حواس خمسہ سے حاصل کیا۔ دوسرا ہے علم الادیان' جس کی بنیاد وحی ہے۔ وحی انسان کے حیوانی علم کا حصہ نہیں ہے' بلکہ اس کے روحانی علم کا حصہ ہے۔

سورۃ البقرہ کے چوتھے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے علم کی انہی دو اقسام کا تذکرہ فرمایا ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے : "اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ تو فرشتوں نے کہا کیا تو زمین میں ایسے شخص کو نائب بنانا چاہتا ہے جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خونریزی کرے گا۔ اللہ نے فرمایا جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ اور پھر اللہ نے آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھائے..."

یہ ہے وہ علم جو فزیکل باڈیز کا علم ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کو ودیعت کیا گیا اور ان کی وساطت سے یہ علم بالقوۃ (Potentially) ہر انسان کے پاس موجود ہے۔

آگے فرمایا : "پھر ان سب چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور ان سے کہا کہ مجھے ان کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ انہوں نے کہا اے اللہ تو پاک ہے ہمیں تو کوئی علم حاصل نہیں ہے سوائے اس کے جو تو نے ہمیں عطا کیا ہے۔ بیشک تو بڑا علم والا اور حکمت والا ہے"۔

مفسرین کا کہنا یہ ہے کہ فرشتوں کا علم محدود ہے۔ جو فرشتہ جس کام پر مامور ہے اس کے پاس اسی سے متعلق

معلومات ہیں۔ وہ دوسرے شعبوں کا علم نہیں رکھتے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اے آدمؑ! ان (فرشتوں) کو ان چیزوں کے نام بتاؤ پھر جب آدمؑ نے انہیں ان کے نام بتادیئے تو اللہ نے فرمایا کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی باتیں جانتا ہوں اور وہ بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔ اور پھر ہم نے فرشتوں سے کہا سجدہ کرو آدمؑ کو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔"

اللہ نے فرشتوں سے آدم علیہ السلام کو سجدہ اس لئے کرایا کہ آدم علیہ السلام کو جو ہمہ گیر علم دیا جارہا تھا اس کی بنیاد پر انسان نے کائنات کی تسخیر کرنا تھی۔ اس تسخیر کے لئے اگر ہر شے سے متعلق فرشتہ انسان کی تابعداری نہیں کرے گا تو اس کا قدم رک جائے گا۔ لہٰذا سجدہ کے ذریعے تمام فرشتوں کو انسان کے تابع کر دیا گیا۔ جو علامت تھی اس بات کی کہ انسان اللہ کا خلیفہ ہے۔ بہرحال یہ علم الاشیاء انسان میں Potentially رکھ دیا گیا ہے' جیسے آم کی گٹھلی میں پورا آم کا درخت موجود ہوتا ہے۔ آم کی گٹھلی جب زمین میں دبائی جاتی ہے تو اس کا سخت خول پھٹتا ہے اس میں سے دو پتیاں نکلتی ہیں۔ گٹھلی میں اس کی ابتدائی غذا بھی موجود ہوتی ہے' جس سے یہ پودا پروان چڑھ کر زمین سے باہر نکل آتا ہے۔ بعد ازاں یہی پودا زمین میں اپنی جڑ قائم کر کے غذا حاصل کرتا رہتا ہے اور تناور درخت بن جاتا ہے۔ اسی طرح آدم کو یہ سارا علم بالقوہ عطا کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ اس علم میں انسان نے آج اتنی ترقی کی ہے کہ چاند تک جا پہنچا ہے۔ درحقیقت یہی علم آدم کی خلافت کی اساس تھا۔

اب آیئے دوسرے علم کی طرف جس کا اس رکوع میں ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی جب حضرت آدم و حوا کو اس زمین پر اترنے کا حکم دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "جب بھی تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو لوگ اس ہدایت پر چلیں گے ان کو نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے"۔

یہ دوسرا علم اس وقت آدم کو نہیں دیا گیا' بلکہ بعد میں دیا جانا تھا۔ یعنی فرمایا جارہا ہے کہ دوسری قسم کا علم وقتاً فوقتاً تمہارے پاس آتا رہے گا۔ جبکہ علم کی پہلی قسم انسان کی خلقت میں ودیعت کر دی گئی۔ اس علم کے حصول کا اپریٹس بھی انسان کو دے دیا گیا جنہیں ہم حواس خمسہ کہتے ہیں۔ ان حواس سے جو بھی علم (Data) حاصل ہوتا ہے اسے پراسیس کرنے کے لئے انسان کو دماغ دیا گیا۔ انسانی دماغ ایک طرح کا کمپیوٹر ہے۔ جیسے کمپیوٹر میں پہلے چھ معلومات (Data) فیڈ کی جاتی ہیں تب کمپیوٹر آگے کام کرتا ہے' اسی طرح دماغ میں حواس خمسہ سے حاصل ہونے والا سارا ڈیٹا پہلے جمع ہوتا ہے۔ دماغ اس ڈیٹا کو پراسیس کرتا ہے اور ایک نتیجہ نکالتا ہے جسے وہ میموری میں ڈال دیتا ہے۔ پھر انسان مزید Data جمع کرتا ہے' دماغ اسے بھی پراسیس کر کے کوئی نتیجہ نکالتا ہے۔ اور اس کا اپنی یادداشت میں موجود پہلی معلومات سے موازنہ کرتا ہے۔ اگر اس میں کوئی اضافہ ہو گیا یا ترمیم ہو گئی تو اسے دوبارہ اپنی یادداشت میں محفوظ کر لیتا ہے۔ اس طریقے سے انسان کا حیوانی علم بڑھتا گیا اور اس میں روز افزوں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ یہ علم حیوانی اس لئے ہے کہ یہ پورا میکانزم حیوانوں میں بھی موجود ہے۔ اگرچہ انسان کی محسوس کرنے اور سوچنے سمجھنے کی یہ فیکلٹیز بہت زیادہ ترقی یافتہ ہیں لیکن فرق نوعیت کا نہیں ہے بلکہ کمیت کا فرق ہے۔ البتہ انسان سے غلطی یہ ہوئی کہ اس نے اس حیوانی علم کی حدود سے تجاوز کرتے ہوئے اپنی عقل سے ان حقائق کو بھی معلوم کرنے کی کوشش کی جو اس کے دائرہ کار سے باہر تھے۔ مابعد الطبیعیات کہتے ہی اس علم کو ہیں جو طبعی علوم کی پہنچ سے دور ہیں' لیکن ان حقائق کے بارے میں بھی انسان نے کچھ عقل کے گھوڑے دوڑا کر' کچھ اٹکل پچو سے نظریات قائم کر لئے جنہیں ہم فلسفے کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی انسان نے یہ کوشش کی کہ ہم اپنی زندگی گزارنے کے لئے اپنی عقل سے کچھ نظام بنائیں' مثلاً حکومت کیسے بنے؟ دولت کی تقسیم کیسے ہو؟ سرمایہ اور محنت میں متوازن تعلق کی کیا صورت ہو؟ ان علوم کو ہم سوشل سائنسز کہتے ہیں۔ لیکن یہ ساری چیزیں ظن و تخمین کی ہیں۔ چونکہ یہ معاملات انسان کے حواس خمسہ اور عقل کی پہنچ سے باہر ہیں' اسی لئے انسان آج تک کوئی ایسا نظام نہیں بنا سکا جو کامل عدل پر مبنی ہو۔

دراصل ان معاملات اور مابعد الطبیعیات حقائق کا تعلق علم کی دوسری قسم سے ہے جو صرف ہمارے روحانی وجود کو حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ روحانی وجود ایک مستقل بالذات وجود ہے' اس کی اپنی عقل ہے' یہ روحانی وجود خود دیکھتا ہے' مادی جسم کی ان آنکھوں سے نہیں بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اسی طرح مادی جسم کے کانوں کے بجائے یہ روحانی وجود خود سنتا ہے اور اپنی علیحدہ عقل بھی رکھتا ہے۔ قرآن مجید کی رو سے اس روحانی وجود کی عقل' سماعت اور بصارت کا مرکز قلب ہے۔ گویا کہ انسان میں دو عقلیں ہیں۔ ایک حیوانی عقل جو کھوپڑی میں موجود ہوتی ہے۔ ایک عقل روحانی جس کا تعلق قلب سے ہے۔ اس طرح دو سماعتیں اور دو بصارتیں بھی انسان میں موجود ہیں۔ قرآن نے بے شمار مقامات پر اس حقیقت کو بیان کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا : ﴿فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ﴾ (الحج : ۲۲) "یہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں"۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ جو اپنے دل کی سماعت اور بصارت استعمال نہیں کرتے قرآن میں انہیں اندھا' گونگا اور بہرا کہا گیا ہے۔ ابوجہل آنکھوں کا اندھا نہیں تھا' دل کا اندھا تھا۔ وہ ان کانوں سے تو قرآن سنتا تھا لیکن دل کی سماعت سے محروم ہو چکا تھا۔ اسی لئے اقبال نے کہا ہے ؎ "دیدن دگر آموز' شنیدن دگر آموز!" ایک اور طرح کا دیکھنا سیکھو' ایک اور طرح کا سننا سیکھو۔

قلب پر جو علم اللہ کی طرف سے آتا ہے اس کا اصطلاحی نام وحی ہے۔ یہ علم کی وہ دوسری قسم ہے جس کا سورۃ البقرۃ کے چوتھے رکوع میں اوپر ذکر ہو چکا کہ "جب تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو اس ہدایت کی پیروی کریں گے انہیں نہ کوئی خوف ہو گا نہ حزن"

وحی کی بھی دو قسمیں ہیں :

(۱) وحی جلی

(۲) وحی خفی

وحی جلی صرف انبیاء کو دی گئی' جبکہ وحی خفی انبیاء کے لئے بھی ہے اور عام لوگوں کے لئے بھی۔ وحی جلی حضرت جبرئیلؑ کے ذریعے آتی تھی اور نبیوں کو پہنچائی جاتی تھی کہ یہ اللہ کی کتاب ہے یا یہ اللہ کی شریعت ہے جسے ہدایت بھی کہا گیا۔

وحی خفی کو الہام کہا جاتا ہے۔ حضور ﷺ کو بھی الہام ہوتا تھا اور عام انسانوں کو بھی ہو سکتا ہے جن کی روح بیدار ہو۔ کشف اور رویائے صادقہ بھی دراصل وحی خفی ہی کی اقسام ہیں۔ لیکن علم کی اس دوسری قسم یعنی وحی جلی یا وحی خفی کے حصول کا ذریعہ قلب ہے۔ وحی جلی کا ان مادی آنکھوں اور کانوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ قرآن حضور ﷺ کے قلب مبارک پر نازل ہوا ہے۔ علاوہ ازیں نبی کی وحی خفی بھی محفوظ ہوتی ہے۔ البتہ عام انسانوں کو ہونے والی وحی خفی محفوظ نہیں ہوتی۔ اس میں شیطانی یا نفسانی آمیزش ہو سکتی ہے۔

علم کی پہلی قسم تسخیر کائنات سے متعلق ہے۔ اس علم کے ذریعے اشیاء کے خواص' قدرت کی مخفی قوتوں کی دریافت اور ان کے استعمال کا طریقہ انسان نے معلوم کر

شعوری ایمان صرف قرآن میں غوطہ زنی سے ہی حاصل ہو سکتا ہے

لیا۔ دوسری قسم کا علم یعنی مابعد الطبیعاتی حقائق جن کا تعلق غیب سے ہے وہ صرف ذات باری تعالیٰ ہی ہمیں عطا کرے تو ہمیں معلوم ہو سکتا ہے ورنہ نہیں ؎

وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکان فلسفہ سے

دراصل عقل انسانی وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتی۔ یہ علم صرف وحی کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اگرچہ عقل انسانی نے اس میدان میں بھی چھلانگیں لگائی ہیں لیکن ان چھلانگوں کے نتیجے میں وجود میں آنے والے فلسفے اس معاملے میں انسان کی کوئی رہنمائی نہیں کرتے۔ بڑے سے بڑا فلسفی آخری مقام پر پہنچ کر کہہ اٹھتا ہے کہ "لَا اَدْرِیْ" یعنی ہم حقیقت جان ہی نہیں سکتے۔ یا پھر وہ ارتیاب کی وادیوں میں کھو جاتا ہے۔ لیکن علم وحی اس دعوے کے ساتھ آیا ہے ﴿ لَا رَیْبَ فِیْہِ ﴾ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔

ایک تو ایمانیات اور کائنات کی حقیقت سے متعلق علم ہے جو وحی سے ہمیں حاصل ہوا۔ اس علم کا دوسرا حصہ وہ ہے جس میں اجتماعی زندگی کے پیچیدہ مسائل کا حل بتایا گیا ہے' جسے ہدایت کہتے ہیں۔ اس ہدایت کا مقصد ان مسائل میں انسان کی رہنمائی کرنا ہے جہاں عقل انسانی بے بس ہے۔ کیونکہ عورت اور مرد کے حقوق و فرائض کا تعین' سرمایہ اور محنت میں توازن کا عادلانہ نظام یا عمرانیات سے متعلق مسائل کا حل وہی خالق دے سکتا ہے جس نے انسان کو پیدا کیا۔ انسان اگر خود ان مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرے گا تو ڈنڈی مارے گا' کیونکہ ہر طبقہ اپنے مفاد کو سامنے رکھے گا۔ اسی لئے انسان مسلسل ٹھوکریں کھا رہا ہے۔ ایک نظام بنایا' اس کی خرابیاں سامنے آئیں تو دوسرا بنایا' کبھی ایک انتہا پر اور کبھی دوسری انتہا پر۔ دراصل انسانی عقل کے لئے ممکن ہی نہیں کہ انسانوں کی فلاح کا ایسا نظام بنا سکے جو ہر خامی سے پاک ہو' لہٰذا انسان اپنے خالق و مالک کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہے کہ وہ ان معاملات میں اس کی رہنمائی فرمائے۔ اس ہدایت ربانی کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر مکمل ہوا۔ اسی وحی کے دیئے ہوئے نظام میں انسان کی مکمل فلاح مضمر ہے اور اس بات کو تسلیم کر لینے کا نام ایمان ہے۔

اس ایمان کے بھی دو درجات ہیں۔ قرآن و حدیث کو اپنا خیر خواہ مان کر اس کی تعلیمات کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا ایمان کا پہلا درجہ ہے۔ ایمان کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث نے جن حقائق کے سلسلے میں انسان کو رہنمائی دی ہے ان کے بارے میں انسان کو خود اس کے اپنے قلب کی گہرائیوں سے گواہی ملے۔ یہ اعلیٰ ترین درجہ ہے۔ اقبال کا بڑا پیارا شعر ہے ؎

تو عرب ہو یا عجم ہو تیرا لا الٰہ اِلاّ
لغت غریب جب تک ترا دل نہ دے گواہی

آج نوع انسانی کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو "علم الاسماء" اور "علم وحی" کی صورت میں دو آنکھیں دی تھیں' لیکن آج سے تین سو سال قبل انسان نے علم وحی والی آنکھ بند کر لی' اگرچہ انسان کا یہ طرز عمل عیسائی مذہبی ٹھیکیداروں کے ظلم و ستم کے ردعمل کے طور پر ظاہر ہوا تھا' اور یورپ کے لوگوں کو مذہب سے نفرت ہو گئی تھی۔ جس کے نتیجے میں وہاں مذہب کے خلاف بغاوت ہوئی اور انہوں نے اپنی ایک آنکھ بند کر لی۔ جبکہ دوسری آنکھ چوپٹ کھل گئی' جس کے نتیجے میں سائنس کی ترقی ناقابل تصور رفتار سے ہوئی۔ آج دنیا میں ایک آنکھ والی تہذیب کا سکہ رواں ہے اور اس ایک آنکھ کا علم بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ احادیث کی اصطلاح میں اسی کا نام دجالیت ہے۔ ابھی یہ طوفان آگے بڑھے گا اور دجال ایک انسانی شخصیت کے طور پر بھی "دجال" ظاہر ہو گا جو پوری کائنات کی تسخیر کر چکا ہو گا' ہر شے اس کے مکمل کنٹرول میں ہو گی وہ مردہ کو زندہ کر کے رکھ دے گا۔ زمین کو حکم دے گا تو وہ اپنے خزانے اگل دے گی۔ وہ جب بولے گا تو اس کی آواز پوری دنیا میں گونجے گی۔ اگرچہ دجالی تہذیب کی آواز بالفعل پوری دنیا میں گونج رہی ہے' لیکن یہ صلاحیت ایک شخص واحد میں بھی پیدا ہو جائے گی۔ دراصل یہ اہل ایمان کی بہت بڑی آزمائش ہو گی۔ وہ کہے گا کہ جب تک کفر نہیں کرو گے کھانے کو نہیں ملے گا۔ اگرچہ اس کا نقشہ آج بھی موجود ہے' یعنی عالمی مالیاتی استعمار نے انسانیت کو جس طرح جکڑ رکھا ہے یہ اسی کی ایک شکل ہے۔

بہرحال اس کا علاج اور اس تہذیب کا مقابلہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ اپنی دوسری آنکھ کو کھولا جائے اور علم وحی سے رہنمائی حاصل کی جائے۔ اس قرآن سے تعلق قائم کیا جائے۔ اس علم کو زندہ کیا جائے۔ آج کا سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ علم وحی اور علم الاشیاء میں مطابقت پیدا کی جائے۔ یہ علوم ایک گاڑی کے دو پہیوں کی مانند ہیں۔ ایک پہیہ رکا رہا تو گاڑی کیسے چلے گی۔ ان دونوں علوم میں مطابقت قائم کئے بغیر اس دجالیت کا قلع قمع تو دور کی بات اس کا مقابلہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ یہ کام صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں ایمان کا وہ دوسرا درجہ حاصل ہو' یعنی علم وحی کے ذریعے حاصل ہونے والی حقیقتوں کی گواہی انہیں خود اپنے قلب کی گہرائیوں میں مل چکی ہو۔ یہ شعوری ایمان حاصل کیسے ہو گا؟ اس کے لئے قرآن میں غوطہ زنی کرنا ہو گی۔

الحمد للہ' ہم نے اپنی بساط بھر یہ کام کئے ہیں۔ قرآن کی دعوت کو عام کیا ہے' پڑھے لکھے لوگوں کو دعوت دی ہے کہ وہ اس طور سے قرآن پڑھیں کہ دونوں علوم میں مطابقت پیدا کر سکیں۔ اس ضمن میں بہت سے فیلڈز میں کام ہو چکا ہے اور کئی موضوعات پر اللہ کی توفیق سے کام جاری ہے۔OO

کتاب زندگی

عبدالمجید شیخ' کراچی

زندگی ہے عجیب شے دیکھو — اور اس کو قریب سے دیکھو
یہ بھی بالکل کتاب کی سی ہے — اور سوال و جواب کی سی ہے
ہر ورق اس کا روز الٹتا ہے — عمر کا ایک دن بھی گھٹتا ہے
ورق الٹے تو بڑھتے جاتے ہیں — باقی جو ہیں وہ گھٹتے جاتے ہیں
جب ورق آخری بھی الٹے گا — زندگی کا بھی ساتھ چھوٹے گا
ہو چکا درج اس میں تیرا حساب — ہو گئی بند آج تیری کتاب
سوچ لے خوب جو کیا تو نے — اس میں لکھا ہے وہ فرشتوں نے
موت کی نیند ایسی آئے گی — جو قیامت کے دن جگائے گی
تیرے ہاتھوں میں ہو گی تیری کتاب — دیکھ کے اس کو کر تو اپنا حساب
پھر شہنشاہ واحد و قہار — حکم دے گا کہ پڑھ اے ناہنجار
دیکھ اعمال نامہ آج خود اپنا — اور کر تو حساب خود اپنا

نائیجیریا میں نفاذ شریعت کی پہلی کرن

اخذ و ترجمہ : نعیم احمد خان

بشکریہ : امپیکٹ انٹرنیشنل ' دسمبر ۹۹ء

"ہم مسلمانوں کو اللہ نے حکم دیا ہے کہ پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ نہ کہ اس کے کچھ حصے پر عمل کرو اور کچھ کو چھوڑ دو۔" میں آپ لوگوں سے اپیل کرتا ہوں کہ اس مقصد کے حصول کیلئے ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔ اے لوگو! کیا آپ کو ایسا کرنا قبول ہے؟"

یہ تاریخی الفاظ نائیجیریا کی شمال مغربی ریاست زیمفرا کے گورنر احمد ثانی نے ۱۹ ستمبر ۱۹۹۹ء کو دس لاکھ سے زائد کے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے کہے۔ وہ اپنی ریاست میں احیائے اسلام کے اعلان کے سلسلہ میں ایک عوامی اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ ان کی اپیل پر تمام لوگ یک زبان ہو کر پکار اٹھے "ہمیں قبول ہے" اس پر گورنر نے دوبارہ پوچھا "کیا تمہیں احیائے اسلام اور اس کے لئے تعاون کرنا قبول ہے؟" اس بار پھر لوگوں نے یک زبان ہو کر بھرپور آواز میں پکارا "ہمیں قبول ہے"

یہ ایک جذباتی منظر تھا۔ لوگوں کی زبانوں سے بے اختیار "اللہ اکبر' اللہ اکبر" کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ لاکھوں مرد' عورتیں اور بچے جذبات پر قابو نہ پا سکے۔ یہ واقعی ایک تاریخی دن تھا۔ خدا کی کبریائی کے اجتماعی اعلان عظیم سے لوگ جذباتی ہو گئے۔ آنکھیں شکرانے کی پھوار برسانے لگیں۔ اس موقع پر قریبی ممالک نائجر' گھانا' مالی اور کیمرون کے سینکڑوں وفود بھی وہاں موجود تھے۔

نفاذ شریعت کے سلسلہ میں نائیجیریا کی اس شمال مغربی ریاست 'زیمفرا کے گورنر حاجی احمد ثانی کو ایک کمیٹی نے رپورٹ پیش کی تھی۔ اس پورٹ پر بعد ازاں دو بل پیش کئے گئے جس پر احمد ثانی نے ۱۸ اکتوبر کو دستخط کئے اور وہ ۲۷ اکتوبر سے نافذ العمل ہوئے۔ بعد ازاں جنوری ۲۰۰۰ء سے ریاست میں نفاذ شریعت کے عملی نفاذ کے لئے عدلیہ کو ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ یعنی نئے سال کے ساتھ ہی عدلیہ عملاً شریعت نافذ کرنے کی ذمہ دار ہو گی۔

۱۵/ اکتوبر کو نائیجیریا میں موجود ۴ مسلم ممالک پاکستان' سعودی عرب' سوڈان اور شام کے وفود نے گورنر حاجی احمد ثانی کو اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔

نائیجیریا کی متعدد مسلم ریاستوں میں سے زیمفرا ابھی تک وہ واحد مسلم ریاست ہے جس نے اپنے ہاں نفاذ شریعت کا اعلان کیا۔ تاہم کانو' سکوٹو' یوب' گوبے اور تازینا ریاستوں نے بھی نفاذ شریعت کے ارادے ظاہر کئے ہیں' اگرچہ عیسائیت کے زیر اثر پریس کی جانب سے اس کی شدید اور وسیع پیمانے پر مخالفت کی گئی۔

مزید افسوسناک بات یہ کہ نائیجیریا کے قومی پریس نے بھی نفاذ شریعت مخالف مہم کا بھرپور ساتھ دیا۔ حالانکہ اس ریاست زیمفرا میں سو فیصد مسلمان آباد ہیں۔ اس موقع پر کرسچین ایسوسی ایشن آف نائیجیریا (CAN) کے زیمفرا ریاست کے چیئرمین نے شریعت بل پر دستخط کئے جانے کی تقریب میں شرکت کی اور کہا کہ شریعت بل پر عیسائی آبادی کی جانب سے ظاہر کئے جانے والے خیالات درست نہیں ہیں۔ حالانکہ شریعت بل کی رو سے نہ تو غیر مسلموں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور نہ ہی انہیں شرعی عدالتوں میں جانے پر مجبور کیا جائے گا۔ لیکن اس کے باوجود دوسرے عیسائی راہنماؤں پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا اور وہ نفاذ شریعت کی برابر مخالفت کر رہے ہیں اور انہوں نے صدر اوباسانجو کو نفاذ شریعت کے عمل کو روکنے کا کہا ہے۔

ظاہر ہے باطل قوتیں خاص طور پر اس انفارمیشن کے زمانہ میں سیکولر میڈیا کے وسیع تر اثر و رسوخ کے باعث غیر مسلم عناصر کے زیر اہتمام نفاذ شریعت کی بھرپور مخالفت کر رہی ہیں اور کریں گی لیکن زیمفرا کے عوام اور حکمران پر عزم ہیں۔ اس لئے ان کے اقدام کو احیائے اسلام کے ضمن میں ایک کرن سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ گو ایک عالم ان کا مخالف ہے اور خاص طور پر خود نائیجیریا کے اندر میڈیا کی جانب سے مخالفت حیران کن بھی ہے مگر ۔

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے
اقبالؒ

خبرنامہ اسلامی امارت افغانستان

ضربِ مؤمن' ۱۷ تا ۲۳ دسمبر ۹۹ء

کوئی بھی ذمہ دار اپنے دروازے پر دربان کھڑا نہیں کر سکتا ○ ملا عبدالرزاق

میرے دروازے سب کے لئے کھلے ہیں ہر شخص مجھے اپنی شکایت اور فریاد پہنچا سکتا ہے۔ عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے میں کوئی غفلت اور کوتاہی نہیں کروں گا اگر آپ کو مجھ میں کوئی غلط کام نظر آئے تو فوراً مجھے مطلع کریں اور اگر میں نے آپ کے اندر کوئی کمی دیکھی تو ضرور آپ کو درست کرنے کی کوشش کروں گا۔ ان خیالات کا اظہار وزیر داخلہ ملا عبدالرزاق اخوند نے اعلیٰ سطحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کوئی بھی ذمہ دار اپنے دروازے پر دربان کھڑا نہیں کر سکتا۔ اسلام کی رو سے سب کے حقوق برابر ہیں' چنانچہ مظلوم کی مدد اور ظالم سے باز پرس ہماری اولین ترجیح ہونی چاہئے۔ انہوں نے پولیس حکام کو خبردار کیا کہ وہ عوام کی خدمت کریں اور ان پر حکمرانی کے تصور اور خیال ذہنوں سے نکال دیں۔

کسی بھی ملک میں مداخلت کا ارادہ نہیں رکھتے ○ مولوی عبدالحئی مطمئن

ہم ہمسایہ ممالک سمیت کسی بھی ملک میں مداخلت کا ارادہ نہیں رکھتے اور نہ ہی اسلام ہمیں اس کی اجازت دیتا ہے کہ ہم بلاوجہ کسی پر زیادتی کریں۔ ہم نے اس سے قبل بھی ہمسایہ ممالک سمیت پوری دنیا کو یقین دلایا ہے کہ اسلام امن و سلامتی کا دین ہے اور ہم ہرگز دوسروں کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتے۔ ان خیالات کا اظہار قندھار میں صوبائی وزیر ملا عبدالحئی مطمئن نے وائس آف امریکا کو انٹرویو دیتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ دنیا کو معلوم ہے کہ ہم ملکی سطح پر کتنی مشکلات سے دوچار ہیں۔ تباہ کن جنگوں کی وجہ سے افغانستان کھنڈرات میں تبدیل ہو چکا ہے' اقتصادی صورتحال انتہائی خراب اور ملک کی تعمیر نو کا مسئلہ بھی در پیش ہے لہٰذا ان تمام کاموں کے ہوتے ہوئے ہم کیسے ازبکستان یا کسی دوسرے کسی ملک میں کسی مخالف گروہ کے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اشیائے خورد و نوش کی کمی کے بارے میں پاکستان سے ہمیں تعاون کی امید ہے۔

صبر کا مہینہ

تحریر: شیخ جابر

انسان ایک سماجی مخلوق ہے۔ دنیا میں وہ جن مختلف مردوں اور عورتوں کے ساتھ زندگی گزارتا ہے۔ وہ سب شکلاً اور مزاجاً اس سے مختلف ہوتے ہیں۔ ایسے میں خلاف مزاج باتیں پیش آنا اور ناموافق حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جو شخص جتنا زیادہ بامقصد اور جتنا زیادہ بااصول ہوا اتنا ہی زیادہ اسے اپنی پسند کے خلاف چیزوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ صبر کرنا پڑتا ہے۔ اس صفت کی ضرورت دینوی معاملات میں بھی پیش آتی ہے اور دینی معاملات میں بھی۔ برداشت کی اس زندگی کو خود اپنے اس ارادے سے اختیار کرنے کا نام روزہ ہے۔ لوگ مجبوراً صبر کرتے ہیں۔ روزہ دار اختیارانہ صبر کرتا ہے۔ جن چیزوں کو لوگ مجبور اً دباؤ کے تحت چھوڑ دیتے ہیں' روزہ دار ان چیزوں کو اصول کی خاطر چھوڑ دیتا ہے۔ جس صابرانہ روش کو لوگ ذاتی مفاد کے لئے اختیار کرتے ہیں۔ اس صابرانہ روش کو روزہ دار خدا کی مرضی کے لئے اختیار کرتا ہے۔ دوسروں کا صبر اگر اپنی ذات کے لئے ہے تو مومن کا صبر اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے ہے۔ روزہ ایک بے روح رسم نہیں' بلکہ ایک زندہ تربیت ہے جس کا تعلق پوری انسانی زندگی سے جڑا ہوا ہے۔ ماہ رمضان میں حلال و طیب چیزوں پر بھی صبر کرنا ہوتا ہے۔ یہ تربیت ہے اس بات کی کہ پورے سال اب ایک ایسا انسان بن کر رہنا ہوگا جو معتدل زندگی گزارے' جو بے صبری کے مواقع پر بھی صابر انسان بنا رہے۔

بیہقی نے "شعب الایمان" میں حضرت سلمان فارسیؓ کی ایک روایت رمضان سے متعلق نقل کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے شعبان کے آخر میں خطبہ دیا' اس میں آپ نے ماہ رمضان کا تذکرہ کیا اور فرمایا: "وہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔"

واقعہ یہ ہے کہ روزہ صبر کی تربیت ہے اور صبر تمام کامیابیوں کا ذریعہ۔ اگر روزے کا عمل ایک زندہ شعوری عمل کے طور پر ہو تو وہ فرد کی نفسیات میں انقلاب برپا کر دیتا ہے۔ اسے ایسا انسان بنا دیتا ہے جو خود اپنے اندرونی تقاضوں کے تحت برائی سے بچتا ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر کسی روزہ دار کو گالی دی جائے تو جواب میں وہ غصہ کرنے کے بجائے السلام علیکم کہے یعنی تم پر خدا کی سلامتی ہو۔ جس شخص کا یہ رد عمل ہو گا تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے ایک شخص کی برائی کے مقابلے میں روزے کی پناہ لی تو میں نے بھی اپنے اس بندے کو آگ سے پناہ دی۔

یہ حدیث ہمیں بتاتی ہے کہ روزہ تربیت ہے منفی نفسیات سے بچنے کی اور مثبت نفسیاتی رد عمل اختیار کرنے کی۔ گویا روزہ آدمی کے اندر یہ صلاحیت پیدا کرتا ہے کہ وہ اشتعال انگیزی پر مشتعل نہ ہو۔ دوسروں سے برائی کا تجربہ ہو تب بھی وہ ان کے ساتھ بھلائی کرے۔ کوئی شخص اسے گالی دے تب بھی وہ اس کے ساتھ شفقت کا سلوک کرے۔ ع "گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا" روزہ آدمی کے اندر یہ جذبہ ابھارتا ہے کہ وہ اپنے دشمن کو دعائیں دے۔ جو لوگ اس کے ساتھ برائی کریں ان کے حق میں وہ اپنے رب سے بہتری کی درخواست کرے۔

اسی نوعیت کی ایک حدیث وہ ہے جو متفق علیہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ ڈھال ہے۔ پس جب تم میں سے کسی شخص کے روزہ کا دن ہو تو وہ نہ فحش کلامی کرے اور نہ شور کرے۔ اور اگر کوئی شخص اس کو برا کہے یا اس سے لڑائی کرے تو اس کو چاہئے کہ وہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

دنیا میں مومن کا رویہ رد عمل کا نہیں ہونا چاہئے۔ یہ ٹھیک نہیں ہے کہ کوئی اسے غصہ دلائے اور وہ غصے میں آ جائے۔ اس سے لڑنے لگے۔ یہ ہی تو امتحان ہے۔ مومن کو تو دراصل اپنے رویئے اور کردار سے یہ بتانا ہے کہ میں تم سے مختلف انسان ہوں۔ میں نے اپنے آپ کو خدا کی مرضی کا پابند بنا رکھا ہے۔ میں نفس کا غلام نہیں ہوں کہ جو چاہوں کرنے لگوں۔ مومن کا ضبط و صبر کمال کا ہوتا ہے اور یہ ہی دنیا و آخرت میں اس کی کامیابی ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے صبر کے بارے میں فرمایا کہ بے شک یہ بڑے ہمت والے کاموں میں سے ہے۔ (لقمان)

روزہ خواہشات پر صبر کرنے کی مشق ہے۔ ع "ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے" یعنی روزہ ان خواہشات کو خدا کی مرضی کا پابند کرنے اور اپنے نفس کے بے لگام گھوڑے کو قابو کرنے کی مشق ہے۔

اگر کوئی شخص ایک مہینے کے مخصوص اوقات میں کھانا پینا تو چھوڑ دے لیکن خدا کی حکم عدولی بھی کرتا ہے۔ سود' رشوت' جھوٹ' غیبت' حسد' تکبر لوگوں کو ستانا' گانے باجے' بازاروں میں مٹر گشت اور دیگر لایعنی کاموں میں ملوث ہونا' وغیرہ تو کیا ایسا روزہ دار انعام کا مستحق ہوگا۔

روزہ نام ہے برائی کو چھوڑنے کا زندگی کے تمام معاملات میں برائیوں سے مکمل صبر (اجتناب) کا۔

بقیہ: قرضوں کی جنگ

بنیاد ہے یعنی مالیت سے زیادہ روپیہ جاری کر دیا جائے۔ آہستہ آہستہ انہوں نے اپنی مالیت سے دس گنا زیادہ رسیدیں جاری کرنی شروع کر دیں اور دس گنا سود وصول کرنے لگے۔ کسی کو اس دھوکے کا علم نہ ہوا۔ اس طرح ان کے پاس زیادہ سے زیادہ روپیہ اور سونا جمع ہونا شروع ہو گیا۔

اب بینک اپنے روپے سے کہیں زیادہ قرضے دے دیتے ہیں۔ اگر سب لوگ ایک وقت میں ان سے روپیہ لینے آ جائیں تو وہ ۳ فیصد رقمیں بھی نہیں دے سکتے۔ اس لئے وہ مستقل خوف کی حالت میں رہتے ہیں۔ بینکوں' سٹاک مارکیٹوں اور قومی معاشیات کی ڈانواڈول حالت اسی وجہ سے ہے۔

امریکہ میں بینکوں کو اپنے روپے سے دس گنا زیادہ قرض دینے کی اجازت ہے۔ اس طرح ان کا ۸ فیصد سود ۸۰ فیصد ہو جاتا ہے ہر بینک عملی طور پر ایک ٹکسال ہے جس پر کچھ خرچ نہیں آتا۔ اب جب سونا نہیں ہے تو بینک کاغذ اور سیاہی کی قیمت پر قرضہ دے کر سود کما رہے ہیں۔

امریکہ کے بینکوں کی مالیت اور کرنسی قریباً ۶۰۰ بلین ڈالر ہے جو ۲۰ ٹرلین کو سہارا دیتے ہیں گویا ہر امریکی بچہ اور بوڑھا ۸۰۰۰۰ ڈالر کا مقروض ہے۔

فیڈ صرف تین فیصد پیدا کرتا ہے۔ بینک باقی ۹۷ فیصد پیدا کرتے ہیں' جبکہ یہ سب کسی دوسرے کے بجائے حکومت کو خود پیدا کرنے چاہئیں' اس طرح یہ ٹیکس بھی کم ہو سکتے ہیں۔

(جاری ہے)

بقیہ: احوالِ وطن

فرق ہندوستان میں برہمن اور شودر میں ہے۔ وہی یہاں چوہدری اور کمی' پیر اور مرید میں ہے۔

ان تمام مسائل کی وجہ تلاش کی جائے تو وہ ایک ہے کہ ہم نے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ اے اللہ اگر تو ہمیں خطہ ارضی عطا فرمائے گا تو یہاں تیرے دین کا نفاذ کریں گے۔ لیکن ہم نے وہ وعدہ وفا نہ کیا۔ ہم اللہ کے باغی بن چکے ہیں۔ اللہ سے ہمارا تعلق منقطع ہو گیا ہے۔ ہم قائداعظم کے تصوراتی پاکستان سے منحرف ہو چکے ہیں۔ اسی کی سزا ہے جو آج ہم بھگت رہے ہیں۔

قائداعظم کا تصوراتی پاکستان اور آج کا پاکستان

حافظ محمد اشرف ندیم، گجرات

قائداعظم محمد علی جناح نہ تو جاگیردار تھے اور نہ ہی ان کا تعلق علماء سے تھا۔ اردو بھی وہ واجبی سی جانتے تھے۔ اس کے باوجود وہ مسلمانوں کے عظیم رہنما تھے۔ اگرچہ شروع میں ہندو مسلم اتحاد کے سفیر اور ان کی آپس میں محبت و یگانگت کے سب سے بڑے داعی تھے۔ لیکن وہ مرد درویش اس ظاہری رواداری کے پردے میں ہندوؤں کی اصل ذہنیت کا اندازہ کر چکا تھا۔ ان کے ذہن میں پاکستان کا کیا نقشہ تھا۔ ان کے خطابات سے اس کا تعین ہوتا ہے۔

۱۹۴۳ء میں آپ نے فرمایا:

"وہ کونسا رشتہ ہے، جس میں منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسد واحد کی طرح ہیں۔ وہ کونسا لنگر ہے جس سے امت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے۔ وہ کونسی چٹان ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے۔ وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ لنگر خدا کی کتاب قرآن کریم ہے۔ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے ہم میں زیادہ سے زیادہ اعتماد پیدا ہوتا جائے گا۔ ایک خدا، ایک رسول، ایک کتاب اور ایک اُمت"۔

اسلامیہ کالج پشاور میں فرمایا:

"ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا۔ بلکہ ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا مقصود تھا جہاں ہم اسلام کے اصولِ اخوت و حریت و مساوات کو آزما سکیں"۔

۱۴/اکتوبر ۱۹۴۷ء افسروں سے فرمایا:

"معاشرتی انصاف کے اسلامی تصور کو پوری طرح پنپنے کا موقع ملنا چاہئے"۔

ان کے نزدیک نظریہ پاکستان اور نظریہ اسلام ایک ہی تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ اسلام کے بغیر پاکستان کا نام و نشان مٹ جائے گا۔

لیکن آج کے پاکستان کی ایک جھلک بھی دیکھئے جو زمین کے لحاظ سے آدھا رہ گیا ہے۔ یعنی ۱۹۷۱ء میں پاکستان کے دو ٹکڑے ہوئے اور مشرقی پاکستان ہم سے الگ ہو گیا۔

نظریہ پاکستان جس نے ہم سب کو اکٹھا کیا تھا۔ اس میں اتنا ضعف آیا کہ بچے کھچے پاکستان میں بھی بہت سی عصبیتوں کے طوفان اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ فتنہ، پختونستان، عظیم تر بلوچستان اور جئے سندھ وغیرہ جیسے نعرے وقتاً فوقتاً بلند ہوتے رہے۔

جس وقت پاکستان معرض وجود میں آیا تھا اس کے نظریہ میں اتنی جان تھی کہ پاکستانی جھنڈے کو دہلی کے لال قلعے پر لہرانے کا عزم تھا۔ لیکن اب ہماری بے بسی کا یہ عالم ہے کہ ۵۲ سال گزر جانے کے بعد بھی یہ ملک بے آئین ہے۔ آج یہاں مارشل لاء اور آمریت کو جمہوریت کی جان سمجھا جاتا ہے۔

عہد شکنی ہمارا مقدر بن چکی ہے۔ دیانت، شرافت، امانت اور صداقت کا جنازہ نکل چکا ہے۔ رشوت سرعام لی اور دی جاتی ہے۔ باہمی نفاق کا یہ عالم ہے کہ بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے اور ہم لسانی، مذہبی اور علاقائی گروہوں میں بٹ چکے ہیں۔ معاشی ناہمواری اس قدر ہے کہ امیروں کے کتے گوشت بھی قبول نہیں کرتے۔ ادھر غریبوں کے بچے نان شبینہ کو ترستے ہیں۔

بحیثیت قوم ہم مقروض قوم ہیں۔ ہمارا قرضہ ۳۰۰ ارب سے تجاوز کر چکا ہے۔ جس کا سود سالانہ کئی ارب بنتا ہے۔ اور یہ قرضہ قوم کے مفاد میں نہیں لیا گیا بلکہ حکمران طبقے کی عیاشی کے لئے لیا گیا۔ سیاست دانوں اور بیوروکریٹس نے معیشت کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ جنہوں نے اربوں روپے قرض لیا اور معاف کرا لیا۔

معاشرتی طور پر بھی ہم ہندو ذہنیت کے مالک ہیں، جو

(باقی صفحہ ۷ پر)

قائداعظم ——— ایک عظیم رہنما

قائداعظم کے یوم پیدائش ۲۵ دسمبر کے حوالے سے از کی جمیل اختر کی تحریر

انسانی سیرت کی تعمیر کے لئے چار عناصر کی ضرورت ہے۔ قوتِ ارادی، قوتِ فکر، شدتِ احساس اور قوتِ استقلال۔ قائداعظم محمد علی جناح کی سیرت میں یہ چاروں عناصر موجود تھے۔ ان کے پاس کوئی مادی طاقت نہ تھی لیکن ان کی قوت ارادی اور قوت فکر نے مسلمانوں کی شیرازہ بندی کی اور پھر انہوں نے اپنے عزم و استقلال سے دنیا کے نقشے میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا۔ حضرت قائداعظم کی اس کامیابی کی وجہ یہ تھی کہ ان کی زندگی کچھ اصولوں اور ضابطوں کی پابند تھی۔ ان کی زندگی کے معمولات میں یقین محکم، عمل پیہم، نظم و ضبط اور اتحاد پرستی بہت نمایاں تھے۔ اصول اور قانون کے وہ بہت پابند تھے۔ انہوں نے ہمیشہ قانون کا احترام کیا۔ وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتے تھے جو قانون اور اصول کے خلاف ہو۔ ان کی سیاسی زندگی ایک مثالی زندگی تھی۔ حضرت قائداعظم میں دوسرے عوامی لیڈروں کی مسلمہ عادات بالکل نہیں تھیں۔ آپ نہ تو سیاست کی وجہ سے قید ہوئے تھے اور نہ ہی عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے آپ نے عوامی بہروپ بھرے تھے۔ نہ ہی آپ نے اسلام نمائی کو اپنا شعار بنایا تھا اور نہ ہی مذہبی لیڈروں کی طرح کبھی زہد و تقویٰ کا دعویٰ کیا۔ اسی طرح آپ نے کبھی بناوٹ یا ظاہری انکساری سے کام نہ لیا۔ لیکن اس کے باوجود آج تک مسلمان قوم نے کسی سیاسی رہنما کے ساتھ اتنی بھرپور عقیدت کا اظہار نہیں کیا۔ جتنا کہ انہوں نے قائداعظمؒ کے ساتھ کیا۔ مہاتما گاندھی اپنے روزنامہ اخبار "ہریجن" میں لکھتے ہیں:

"میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مجھے مسٹر جناح کے خلوص پر اعتماد ہے۔ جناح صاحب کے اعلان کردہ یوم نجات کے موقع پر مجھے گلبرگ کے مسلمانوں کی طرف سے مندرجہ ذیل تار ملا۔ یوم نجات مبارک۔ قائداعظم زندہ باد۔ جب مجھے یہ تار ملا تو میں دل ہی دل میں ان کا ہمنوا بن گیا۔ قائداعظم زندہ باد، قائداعظم میرے پرانے رفیق ہیں۔ اگر آج ہم چند معاملات میں ایک دوسرے سے آنکھیں چار نہیں کر سکتے تو اس سے ہمارے خلوص میں کوئی فرق نہیں آسکتا"۔

لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا کہ قائداعظم پاکستان کو ایک مسلم ریاست کی شکل میں متشکل کرنے کے لئے دیوانہ تھے۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے رہنماؤں کو قائداعظم کے نقش قدم پر چلنے اور پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قرضوں کی جنگ (۲)

ترجمہ : ڈاکٹر محمد ایوب خان — ترتیب و تسوید : سردار اعوان

میڈیا کنٹرول

پہلی جنگ عظیم تک منی چینجرز نے اکثر پریس پر کنٹرول حاصل کر لیا تھا۔ ۱۹۱۴ء کی جنگ سے پہلے ایک نامور ایڈیٹر جان سونٹن (John Swinton) نے صحافیوں کے سالانہ ڈنر کے موقع پر کہا:

"امریکہ میں انڈی پینڈینٹ پریس نام کی کوئی چیز نہیں۔ ہم میں سے کوئی اپنی دیانت دارانہ رائے کا اظہار نہیں کر سکتا۔ اگر کرے گا تو وہ شائع نہیں ہوگی۔ مجھے ہر ہفتے ۱۵۰ ڈالر اسی لئے ملتے ہیں کہ میں اپنے اخبار میں اپنی دیانت دارانہ رائے کا اظہار نہ کروں۔ آپ سب کا یہی حال ہے۔ اگر میں اپنے پرچے میں اس کی اجازت دے دوں تو ۲۴ گھنٹوں سے پہلے میری جاب ختم ہو جائے گی۔ ایسا بے وقوف آدمی بہت جلد سڑکوں پر نیا کام تلاش کرتا ہوا نظر آئے گا۔ نیویارک کے جرنلسٹ کا فرض ہے کہ جھوٹ بولے، خبروں کو مسخ کرے، بد زبانی کرے، قارونوں کی چاپلوسی کرے اور اپنے قوم اور ملک کو روٹی کی خاطر بیچ دے اور غلام بن کر رہے۔ ہم پس منظر میں رہنے والے امراء کے غلام ہیں۔ ہم کٹھ پتلیاں ہیں۔ وہ تار کھینچتے ہیں اور ہم ناچتے ہیں۔ ہمارا وقت، ہمارا ہنر، ہماری زندگی، ہماری اہلیت ان لوگوں کی پراپرٹی ہے، ہم ذہنی طوائفیں ہیں"۔

یہ حالت ۱۹۱۴ سے پہلے کی تھی اور اب سارا میڈیا (ریڈیو، ٹی وی) ان کا ہے۔ (ایک بڑے صنعت کار مارگن (J.P Morgan) نے مارچ ۱۹۱۵ء میں اخبارات کے ۱۲ چوٹی کے اشخاص جمع کئے اور انہیں بڑے بڑے اخبارات کی پالیسی کنٹرول کرنے پر مقرر کیا۔ انہوں نے دیکھا کہ صرف ۲۵ بڑے اخباروں کو کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ان کی پالیسی ماہانہ ادائیگی پر خریدی گئی اور کنٹرول کے لئے ایک ایڈیٹر ہر ایک پر مقرر کر دیا گیا۔

امریکہ کے صرف پچاس شہروں میں ایک سے زیادہ روزنامے نکلتے ہیں۔ ۲۵ فیصد آزاد ہیں۔ باقی سب سٹاک ہولڈرز (بینکوں کے حصہ داروں) کے قبضے میں ہیں۔

بہر حال امریکہ کی تاریخ میں روپے پر کنٹرول کی جنگ ہمیشہ جاری رہی۔ آٹھ مرتبہ وہ حکومت اور بینکوں کے درمیان تبدیل ہوئی، لیکن تین نسلوں سے اس پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ ہمارے لیڈروں اور سیاست دانوں کو جاننا چاہئے (اگر وہ خود بھی اس کا حصہ نہیں ہیں) جو ہو رہا ہے اور یہ کہ اس کا حل کیا ہے۔ حکومت کو قرضہ کے بغیر روپیہ جاری کرنے کا اختیار حاصل کرنا چاہئے۔ قرضے سے پاک روپیہ جاری کرنے کی پالیسی کوئی نئی بات نہیں ہے، زیادہ تر

امریکہ میں روپے پر کنٹرول کی جنگ ہمیشہ جاری رہی

سیاست دانوں اور ماہرین معاشیات نے یہی حل تجویز کیا۔

مختصر بات یہ ہے کہ ۱۹۱۳ء میں کانگریس نے ایک پرائیویٹ سنٹرل بینک کو (جس کا نام دھوکا دہی کے لئے فیڈرل ریزرو سسٹم رکھ دیا گیا) روپے کی مقدار متعین کرنے کے لئے مقرر کر دیا جو روپے کی مقدار کے برابر قرضہ بھی جاری کر دیتا ہے۔

منی چینجرز

میڈیسن کہتا ہے کہ بائبل بتاتی ہے کہ دو ہزار سال پہلے یسوع مسیح نے دوبار معبد سے منی چینجرز کو نکال دیا۔ یہی وہ مواقع تھے جب یسوع نے طاقت استعمال کی۔ یہ لوگ وہاں کیا کر رہے تھے؟

بینک اپنے روپے سے کہیں زیادہ قرض دے دیتے ہیں جس کی وجہ سے معیشت ڈانواں ڈول رہتی ہے

جب ایک یہودی یروشلم میں معبد کا ٹیکس دینے آتا تھا تو وہ ایک خاص سکہ، شیکل (Shekel) کے نصف کے ذریعے ہی دے سکتا تھا، یہ 1/2 اونس خالص چاندی کے برابر تھا۔ صرف یہ سکہ خالص چاندی کا اور پورے وزن کا تھا اور اس پر کافر بادشاہ کی تصویر بھی نہیں تھی۔ اس لئے خدا کو صرف یہی قبول تھا۔ یہ سکے عام نہ تھے۔ منی چینجرز نے وہ جمع کر لئے اور پھر ان کی قیمت بڑھا دی۔ اس طرح منی چینجرز نے بے اندازہ نفع کمایا۔ وہ سکہ صرف ان کے پاس تھا، خریدار مجبور تھے۔

رومن امپائر

یسوع مسیح سے دو سو سال قبل روم میں بھی منی چینجرز کاروبار کرتے تھے۔ دو رومی بادشاہوں نے سودی قوانین کی اصلاح اور ملکیت زمین کو ۱۵۰۰ ایکڑ تک محدود کر کے ان کی طاقت کم کرنے کی کوشش کی۔ دونوں بادشاہ قتل ہوئے۔ سن ۴۸ قبل مسیح، جولیس سیزر نے روپیہ بنانے کا اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ روپیہ عام ہونے سے فارغ البالی ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ سیزر کو اسی بات نے قتل کروایا اس کے مرنے پر روپیہ غائب ہو گیا اور ٹیکس اور بدعنوانی بڑھ گئی۔ لوگوں کی زمینیں اور گھر نیلام ہو گئے۔ مفلس لوگوں نے حکومت کی حمایت سے ہاتھ اٹھا لیا اور عوام پر تاریکی چھا گئی۔ امریکہ میں ایسا ہو چکا ہے اور پھر ہوگا۔

زمانۂ وسطیٰ کے انگلینڈ کے سنار

کاغذی روپیہ سب سے پہلے ۶۱۸ تا ۹۰۷ء چینیوں نے بنایا۔ جب اس میں دھوکا شروع ہوا تو ۱۰۲۴ میں بادشاہ نے کاغذی نوٹ بنانے کا اختیار خود لے لیا۔ اس زمانے میں انگلینڈ میں منی چینجرز خوب متحرک تھے۔ اس قدر کہ انگلینڈ کی اکانومی کو متاثر کرتے تھے۔ یہ بینکر نہیں تھے سنار تھے مگر بینکر بھی تھے، کیونکہ لوگوں کا سونا اپنے سیف میں رکھ لیتے تھے اور ان کی رسید پیپر منی کا کام کرتی تھی۔ وہ رسید چیتھڑوں پر لکھی جاتی تھی اور پھر راگنی یوں بنی:

"چیتھڑے کاغذ بناتے ہیں، کاغذ روپیہ بناتے ہیں، روپیہ بنک بناتے ہیں، بینک قرضے بناتے ہیں، قرضے بھکاری بناتے ہیں، بھکاری چیتھڑے بناتے ہیں"۔

یہ رسیدیں اس لئے استعمال ہونے لگیں کیونکہ سونا چاندی اٹھانا دشوار اور خطرناک تھا۔ لہٰذا سنار کے پاس بار بار جانے کی بجائے لوگوں نے انہیں آپس میں بدلنا شروع کر دیا۔ پھر ساروں نے دیکھا کہ بہت کم لوگ اپنا سونا واپس لینے آتے ہیں تو انہوں نے کچھ سونا دوسروں کو سود پر دینا شروع کر دیا۔

پھر انہوں نے معلوم کیا کہ سونے سے زیادہ وہ کاغذی رسیدیں چھاپ سکتے ہیں اور صرف ایسی رسیدوں سے ہی انہوں نے سودی نفع کمانا شروع کر دیا۔ یہ جزوی مالیت کی بینکنگ (fractional reserves banking) کی

(باقی صفحہ ۷ پر)

Y2K اور اُمت مسلمہ

تحریر: شادمان مسعود صدیقی

گزشتہ ۲ سال سے سن ۲۰۰۰ عیسوی کے شروع ہونے کا بہت زیادہ شور و غوغا اور ہنگامہ برپا ہے۔ بالخصوص امریکہ اور یورپ میں Computer کے حوالے سے ایک طوفان برپا ہے۔ ہر انسان اس وقت ایک عجیب سی بے چینی محسوس کر رہا ہے کہ ایک صدی ختم ہو رہی ہے معلوم نہیں کیا ہو جائے گا۔ Y2K کا اصل مسئلہ پہلی مرتبہ ۱۹۸۰ء میں منظر عام پر آیا۔ اس مسئلے کی حقیقی وجہ یہ تھی کہ شروع میں کمپیوٹر پروگرامنگ میں تقویمی کلینڈر شامل نہیں کیا گیا تھا۔ لہٰذا جب کلینڈر پروگرامنگ میں اسے شامل کرنا ضروری سمجھا گیا تو میموری میں گنجائش کی بہت کمی تھی' لہٰذا سائنس دانوں نے جگہ' وقت اور سرمائے کے بچت کی خاطر تاریخ لکھتے وقت سال کی جگہ صرف دو ہندسوں سے کام چلایا' یعنی ۱۹۹۰ء وغیرہ کو صرف ۹۰ لکھا گیا۔

اب جبکہ کمپیوٹر کی تاریخ ۲۰۰۰ ہونی چاہئے' دو ہندسوں کے نظام کے باعث کمپیوٹر کا یہ مسئلہ یعنی Y2K پیچیدہ صورت اختیار کر گیا ہے کیونکہ کمپیوٹر ڈبل زیرو کے عدد سے ۱۹۰۰ء مراد لے گا اور بظاہر انتہائی چھوٹا نظر آنے والا یہ مسئلہ گھمبیر ترین مسئلہ ہے جس کی بناء پر مندرجہ ذیل مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔

ماہرین کے مطابق براعظم ایشیا مکمل طور پر مفلوج ہو سکتا ہے اس خطے کے بیشتر ممالک ایک مرتبہ پھر صدیوں پرانے نظام کو اپنانے پر مجبور ہو سکتے ہیں' مثلاً ان ملکوں کا فراہمی' بجلی کا نظام بند ہونے کی صورت میں گھروں میں پھر سے موم بتیوں' چراغوں اور لالٹین کا سہارا لیا جانے لگے گا۔ ریلوے کا نظام ٹھپ ہو سکتا ہے۔ اندرون ملک اور بیرون شہر چلنے والی بسیں سڑکوں کے کنارے کھڑی کر دی جائیں گی' جہازوں کی بکنگ میں بھی خلل پڑ سکتا ہے۔

اس رات کو انٹرنیٹ سسٹم بھی کریش ہو سکتا ہے۔ ای میل گم ہو سکتی ہیں۔ خلائی تجربہ گاہ "ناسا" بھی بری طرح متاثر ہو سکتی ہے۔ یہی حال روس کے خلائی اسٹیشن کا بھی ہو گا۔ اس روز ٹی وی کی نشریات بھی متاثر ہوں گی۔ عالمی پیمانے پر دیکھی جانے والی یہ نشریات خلل کے سبب بگاڑ کا شکار ہو جائیں گی۔ ریڈیو اسٹیشنز کی نشریات بھی خاصی ڈسٹرب ہو سکتی ہیں۔ عالمی بینک' مالیاتی ادارے' آئی ایم ایف اور ہر ملک کے قومی بینک کمپیوٹر پر ہی جمع تفریق کرنے اور حساب کتاب محفوظ کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ Y2K کی ذرا سی گڑبڑ دنیا کا معاشی' مالیاتی یا بینکاری کا پورا نظام مفلوج کر سکتی ہے' دنیا بھر کے اسٹاک ایکسچینجز بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ شیئرز کی قیمتیں یا تو بالکل ہی گر جائیں گی یا یک دم تیزی آجائے گی۔ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ شاید اس نئی صدی میں قیامت ہی برپا ہو جائے۔

حتیٰ کہ مسلمان بھی Y2K کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ایک مسلمان کو اس کی کوئی فکر اور پریشانی نہیں ہونی چاہئے کہ کیا ہو گا؟ تاہم ایک مسلمان کو بالفرض اگر یہ سب کچھ ہونا بھی ہے تو اپنا ذہن اور سوچ وسیع رکھنا چاہئے کیونکہ دوسری اقوام کے نزدیک تو انسان مر کر فنا ہو جاتا ہے یا انسان کوئی معدوم ہونے والی شے ہے۔ لیکن ایک مسلمان کے ذہن میں یہ بات مستحضر رہنی چاہئے کہ "انسان" رب کائنات کی انتہائی ارفع و اعلیٰ تخلیق ہے جو کبھی معدوم نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہمیشہ ہمیش کے لئے تخلیق فرمایا ہے۔ جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سب سے پہلے انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا تھا اور اس میں روح پھونکی تھی تو اس وقت قیامت تک پیدا ہونے والے ہر انسان کی روح بھی عالم ارواح میں موجود تھی اور تمام ارواح نے اللہ تبارک و تعالیٰ کو اپنا رب تسلیم کیا تھا۔ پھر اللہ نے ہر روح سے فرمایا تھا کہ وہ ایک معین مدت تک اس خاکی جسم میں رہے گی اور یہ مدت پوری ہونے کے بعد واپس بلالی جائے گی۔ جس کو ہم موت کا نام دیتے ہیں۔ گویا کہ ہر انسان کی زندگی میں چار ادوار کا آنا لازمی ہے یعنی عالم ارواح' عالم شہادت (یعنی موجودہ زندگی) عالم برزخ (جہاں موت کے بعد سے قیامت تک رہنا ہو گا) اور پھر عالم آخرت جہاں جنت اور دوزخ کا فیصلہ ہو جانے کے بعد موت ذبح کر دی جائے گی۔

عجیب بات یہ ہے کہ مندرجہ بالا چار ادوار میں سے سب سے کم اور انتہائی مختصر Time Span اس موجودہ زندگی یا عالم شہادت کا ہے یعنی زیادہ سے زیادہ ایک سو سال اور آج کل اوسطاً یہ عرصہ تو پچاس ساٹھ سال ہی رہ گیا ہے۔ حالانکہ عالم ارواح' عالم برزخ اور عالم آخرت میں انسان لامحدود برسوں تک رہا ہے اور رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھئے کہ اتنا مختصر Time Span انسان کو دے کر اس کی آزمائش کی گئی ہے کہ وہ اپنی دائمی حیات کے لئے اس مختصر سے وقفے میں کیا کچھ کرتا ہے۔ لیکن انسان ایسا نادان ہے کہ اسی وقفے کو سب کچھ سمجھ لیتا ہے اور اپنے آپ کو سالوں اور صدیوں میں مقید سمجھ لیتا ہے۔

مزید برآں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس Short Time Span کے لئے انسان کو یونہی نہیں چھوڑ دیا ہے بلکہ ایک مضبوط اور بے نظیر نظام عدل وقسط بھی اسے دیا ہے اور اسے بتا دیا گیا ہے کہ وہ اس دور میں اپنی زندگی کیسے گزارے اور اس عالم شہادت میں اسے کیا کچھ کرنا ہے۔ لہٰذا Y2K کے مسئلے میں پریشان ہونے کے بجائے امت مسلمہ کو چاہئے کہ وہ پوری انسانیت کو یہ سمجھائے کہ انسان کبھی معدوم نہیں ہو گا۔ صرف وہ اپنے پروردگار کی مرضی کو سمجھے کہ اس نے یہ کارخانہ حیات کیوں بنایا ہے۔ انسان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ اور اس کی ڈیوٹی کیا ہے؟

انسان کو عالم شہادت کی زندگی صرف ایک بار ہی ملی ہے۔ یہ انتہائی قیمتی وقت ہے جو کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہے۔ چنانچہ کیوں نہ انسان اس دور میں وہ کام کر جائے جو اس کو ابدی زندگی کی آسائشوں سے ہمکنار کر دے۔ تاہم Y2K جیسے متوقع حادثات میں ایک پیغام بھی پنہاں ہوتا ہے۔ امت مسلمہ کے لئے پیغام یہ ہے کہ وہ اپنا رخ صحیح کر لے اور اپنے بھولے ہوئے سبق کو دوبارہ یاد کر لے۔

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغام سجود
پھر جبیں خاک حرم سے آشنا ہو جائے گی
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی
شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

"انسان" رب کائنات کی انتہائی ارفع و اعلیٰ تخلیق ہے' جسے ہمیشہ ہمیش کے لئے تخلیق فرمایا گیا ہے

علی ٹاؤن (فیصل آباد) میں
ہفت روزہ درس قرآن

علی ٹاؤن جو کہ سرگودھا روڈ پر واقع ایک قصبہ ہے بہت سی دینی جماعتوں کی سرگرمیوں کا مرکز ہے۔ جن میں جماعت اسلامی اور دعوت اسلامی سرفہرست ہیں۔ جماعت اسلامی کے ایک رکن محمد الیاس خان جو کہ "دی غزالی سکول" کے پرنسپل بھی ہیں ان کے خصوصی تعاون سے علی ٹاؤن میں ہفت روزہ درس قرآن کی کلاس کا بندوبست کیا گیا ہے۔ بنیادی طور پر اس پروگرام کا خیال الیاس صاحب نے پیش کیا۔ یہ پروگرام ۱۱ جولائی ۹۹ء سے لے کر الحمد للہ اب تک جاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ محمد الیاس صاحب اور دوسرے افراد جو اس میں تعاون فرما رہے ہیں' جزائے خیر عطا کرے۔ اب تک ہونے والے دروس کی تفصیل درج ذیل ہے۔ مدرسین میں تنظیم اسلامی اور جماعت اسلامی کے افراد شامل ہیں : حقیقت ایمان' حقیقت جہاد' حقیقت تقویٰ' عظمت قرآن کے موضوعات پر پروفیسر خان محمد نے دوس دیئے۔ سید کفیل احمد ہاشمی نے حقیقت و اقسام شرک' حقیقت نفاق' والدین کے حقوق' ہمارے مسائل اور قرآن مجید پر دروس دیئے جبکہ ڈاکٹر عبدالسمیع نے انسانی ہدایت اور گمراہی کا خدائی قانون' فتنہ دجال' ہدایت قرآنی کے موضوعات پر دروس دیئے۔ محمد رشید عمر نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر' ملک احسان الٰہی نے فکر آخرت' حاجی اصغر علی نے اقامت دین' محبوب الزماں بٹ نے دین اسلام اور امت مسلمہ کی ذمہ داری' پروفیسر حمید اللہ خان نیازی نے نبی کی محبت اور اس کے تقاضے اور پروفیسر محمد اکرام نے نماز کی اہمیت و فضیلت پر درس دیا۔ (رپورٹ : محمد نعمان اصغر)

کرایا۔ یوں تقریباً ۱۱ بجے رات یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

تمام رفقاء اگلے روز صبح ساڑھے چار بجے بیدار ہو گئے اور ساڑھے پانچ بجے تک انفرادی عبادات' ذکر و اذکار میں مشغول رہے۔ ساڑھے پانچ بجے تا چھ بجے تک عبادات سے متعلق عام فقہی مسائل بیان کئے گئے۔ اس کے بعد نماز فجر مسجد میں باجماعت ادا کی گئی۔ نماز فجر کے بعد ساڑھے سات بجے تک مختصر درس حدیث اور تجوید کا پروگرام ہوا۔ نماز اشراق ادا کی گئی اور ناشتے اور آرام کا وقفہ دیا گیا۔

وقفہ کے بعد رفقاء دوبارہ صبح ۹ بجے جمع ہوئے اور تقریباً ساڑھے بارہ بجے تک پروگرام جاری رہا۔ اس دوران امیر محترم کا خطاب جمعہ سنایا گیا۔ مطالعہ لٹریچر کے ضمن میں محترم محمد سلیم صاحب نے کتابچہ توحید عملی کا مطالعہ کرایا۔ اس کے بعد نماز ظہر طعام اور آرام کا وقفہ دیا گیا۔

رفقاء شام ۴ بجے دوبارہ جمع ہوئے۔ مختصر مشورہ کے بعد نماز عصر مسجد میں باجماعت ادا کی۔ عصر تا مغرب گشت کیا گیا۔ نماز مغرب تا عشاء درس قرآن ہوا۔ سورۃ الحجرات زیر درس رہی۔ مدرس محمد یاسین نے سورۃ مبارکہ کی روشنی میں معاشرتی اور سماجی احکامات اور حسن معاشرت کے موضوع کو واضح کرنے کی کوشش کی۔ یہ پروگرام اذانِ عشاء پر اختتام پذیر ہوا۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا۔

(رپورٹ : محمد یامین)

امریکہ میں دورۂ ترجمۂ قرآن کے پروگرام

الحمد للہ امریکہ میں حسب ذیل دو مقامات پر دوررانِ نماز تراویح دورۂ ترجمۂ القرآن کے پروگرام تسلسل کے ساتھ منعقد ہو رہے ہیں۔

☆ نیویارک میں طاہر خاکوانی صاحب دورۂ ترجمہ قرآن کرا رہے ہیں۔

☆ جبکہ شکاگو میں نائب امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید صاحب دورۂ ترجمۂ قرآن کی ذمہ داری نبھا رہے ہیں۔

جامع تعلیم القرآن للبنات برکت ٹاؤن شاہدرہ
کے چوتھے سالانہ جلسہ سے بیگم ڈاکٹر اسرار احمد کا خطاب

۲۹ نومبر کو جامع تعلیم القرآن للبنات برکت ٹاؤن شاہدرہ کا چوتھا سالانہ جلسہ تقسیم اسناد منعقد ہوا۔ مدرسہ کی ناظمہ فاطمہ اللہ دتہ' جو رفیق تنظیم اسلامی فیروز والہ مولانا اللہ دتہ کی صاحبزادی ہیں' کی تلاوتِ کلام پاک سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض مدرسہ ھذا کی ٹیچر کوثر نے سرانجام دیئے۔ ایک بچی نے ہدیہ نعت پیش کیا۔ بعد ازاں مسز لبنیٰ شاہد نے قرآن کے حقوق کے موضوع پر خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ قرآن کی یہ عظمت ہے کہ جو قوم اسے مضبوطی سے تھام لیتی ہے خدا اسے عروج دیتا ہے۔ دو بچیوں آسیہ یونس اور مہرین بٹ نے عربی میں مکالمہ پیش کیا۔ مسز ثریا وحید نے فضائل رمضان پر خطاب کیا۔ فرقان گرلز ہائی سکول فیروز والہ کی طالبہ عمارہ مبین نے نعت رسول مقبولؐ پڑھی۔ اس کے بعد ناظمہ علیا تنظیم اسلامی حلقہ خواتین بیگم ڈاکٹر اسرار احمد نے فضائل رمضان پر خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اس لئے اس موقع کو غنیمت سمجھیں اور رمضان کی برکتیں سمیٹیں۔ انہوں نے کہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ماہ شعبان ہی میں رمضان کی تیاری شروع کر دیتے۔ لہٰذا ہمیں جاننا چاہئے کہ روزے کا مقصد کیا ہے کیونکہ کوئی بھی عبادت بے کار اور عبث نہیں ہے۔ روزہ کا مقصد تقویٰ ہے۔ ہمیں خود کو تقویٰ کی طرف مائل کرنا ہو گا۔ ہر وہ عمل جو خلوص نیت اور تقویٰ کے بغیر کیا گیا ہو وہ قیامت کے دن ہمارے منہ پر مارا جائے گا۔ روزے کی حالت میں سارے غلط کام چھوڑ دیئے جائیں اور زندگی کے معمولات ہمیشہ کیلئے بدل دیئے جائیں۔ رمضان کی اصل فضیلت یہ ہے کہ اس میں قرآن نازل ہوا۔ انہوں نے خواتین کو قرآن پاک صحیح تلفظ سے پڑھنے کی تاکید کی اور کہا کہ چاہے کم پڑھیں لیکن درست ادائیگی سے پڑھیں تاکہ قیامت کے دن قرآن ہمارے حق میں گواہی دے نہ کہ قرآن ہمارے خلاف اٹھ کھڑا ہو۔ قرآن مجید کی تعلیمات کو ذہن میں رکھیں اور عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے بعد مسز اشفاق نے روزہ کا مفہوم اور اہمیت پر بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ سچے دل سے روزے رکھنے سے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ مہرین بٹ اور گلشن رفیق نے رمضان اور قرآن کے موضوع پر تقریر کی۔ دو بجے ظہر کی نماز اور کھانے کا وقفہ کیا گیا۔ وقفہ کے بعد پروگرام کا دوبارہ آغاز ہوا۔ اس نشست کی مہمان خصوصی بیگم اشرف صاحبہ تھیں۔ مسز عاتکہ علاؤ الدین نے خوف خدا کے موضوع پر درس دیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہمارے دلوں میں خوف خدا ہو گا تو ہماری زندگی کے اعمال اللہ کے احکام کے مطابق ہوں گے۔ خوف خدا ہی نیکیوں کی جڑ و بنیاد ہے۔ خوف خدا کا دل سے نکل جانا گناہوں کی دلدل میں دھنسنے کی مانند ہے۔ بیگم اشرف صاحبہ نے مدرسہ للبنات کی فارغ التحصیل بچیوں میں اسناد تقسیم کیں۔ آخر میں ناظمہ مدرسہ فاطمہ اللہ دتہ کی دعاء کے ساتھ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (مرتبہ : زاہدہ کوثر' فیروز والہ)

تنظیم اسلامی شرقی نمبر ۲ (کراچی)
کا ماہانہ ایک روزہ پروگرام

تنظیم اسلامی شرقی نمبر ۲ (کراچی) کے زیر اہتمام ماہانہ ایک روزہ پروگرام مورخہ ۲۱ نومبر بروز ہفتہ رات ۹ بجے سے ۲۲ نومبر بروز اتوار اذان عشاء تک مقامی تنظیم کے دفتر واقع C-۱۱۳ کے ماوام اپارٹمنٹ میں منعقد ہوا۔

راقم نے پروگرام کی ابتداء میں تصحیح نیت' پروگرام کی اہمیت اور پروگرام کی تفصیل پر چند کلمات ادا کئے۔

اس کے بعد محترم اصغر مجاہد صاحب نے مطالعہ حدیث کے ضمن میں اسلامی معاشرت سے متعلق منتخب مقامات سے مطالعہ پیش کیا۔ بعد ازاں سیرتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مطالعہ کے ضمن میں محترم ذاکر حسین شاہ صاحب نے عبداللہ بن عمرو کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی۔ سونے کے معمولات اور ادعیہ ماثورہ پر مشتمل مذاکرہ محترم فیض الرحمٰن صاحب نے

Y2K اور اُمت مسلمہ

تحریر: شادمان مسعود صدیقی

گزشتہ ۲ سال سے سن ۲۰۰۰ عیسوی کے شروع ہونے کا بہت زیادہ شور و غوغا اور ہنگامہ برپا ہے۔ بالخصوص امریکہ اور یورپ میں Computer کے حوالے سے ایک طوفان برپا ہے۔ ہر انسان اس وقت ایک عجیب سی بے چینی محسوس کر رہا ہے کہ ایک صدی ختم ہو رہی ہے معلوم نہیں کیا ہو جائے گا۔ Y2K کا اصل مسئلہ پہلی مرتبہ ۱۹۸۰ء میں منظر عام پر آیا۔ اس مسئلے کی حقیقی وجہ یہ تھی کہ شروع میں کمپیوٹر پروگرامنگ میں تقویمی کیلنڈر شامل نہیں کیا گیا تھا۔ لہٰذا جب کیلنڈر پروگرامنگ میں اسے شامل کرنا ضروری سمجھا گیا تو میموری میں گنجائش کی بہت کمی تھی' لہٰذا سائنس دانوں نے جگہ' وقت اور سرمائے کے بچت کی خاطر تاریخ لکھتے وقت سال کی جگہ صرف دو ہندسوں سے کام چلایا' یعنی ۱۹۹۰ء وغیرہ کو صرف ۹۰ لکھا گیا۔

اب جبکہ کمپیوٹر کی تاریخ ۲۰۰۰ ہونی چاہئے' دو ہندسوں کے نظام کے باعث کمپیوٹر کا یہ مسئلہ یعنی Y2K پیچیدہ صورت اختیار کر گیا ہے کیونکہ کمپیوٹر ڈبل زیرو کے عدد سے ۱۹۰۰ء مراد لے گا اور بظاہر انتہائی چھوٹا نظر آنے والا یہ مسئلہ گھمبیر ترین مسئلہ ہے جس کی بناء پر مندرجہ ذیل مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔

ماہرین کے مطابق براعظم ایشیا مکمل طور پر مفلوج ہو سکتا ہے اس خطے کے بیشتر ممالک ایک مرتبہ پھر صدیوں پرانے نظام کو اپنانے پر مجبور ہو سکتے ہیں' مثلاً ان ملکوں کا فراہمی' بجلی کا نظام بند ہونے کی صورت میں گھروں میں پھر سے موم بتیوں' چراغوں اور لالٹین کا سہارا لیا جانے لگے گا۔ ریلوے کا نظام ٹھپ ہو سکتا ہے۔ اندرون ملک اور بیرون شہر چلنے والی بسیں سڑکوں کے کنارے کھڑی کر دی جائیں گی' جہازوں کی بکنگ میں بھی خلل پڑ سکتا ہے۔

اس رات کو انٹرنیٹ سسٹم بھی کریش ہو سکتا ہے۔ ای میل گم ہو سکتی ہیں۔ خلائی تجربہ گاہ "ناسا" بھی بری طرح متاثر ہو سکتی ہے۔ یہی حال روس کے خلائی اسٹیشن کا بھی ہو گا۔ اس روز ٹی وی کی نشریات بھی متاثر ہوں گی۔ عالمی پیمانے پر دیکھی جانے والی یہ نشریات خلل کے سبب بگاڑ کا شکار ہو جائیں گی۔ ریڈیو اسٹیشنز کی نشریات بھی خاصی ڈسٹرب ہو سکتی ہیں۔ عالمی بینک' مالیاتی ادارے' آئی ایم ایف اور ہر ملک کے قومی بینک کمپیوٹر پر ہی جمع تفریق کرنے اور حساب کتاب محفوظ کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ Y2K کی ذرا سی گڑبڑ دنیا کا معاشی' مالیاتی یا بینکاری کا پورا نظام مفلوج کر سکتی ہے' دنیا بھر کے اسٹاک ایکسچینجز بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ شیئرز کی قیمتیں یا تو بالکل ہی گر جائیں گی یا یک دم تیزی آجائے گی۔ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ شاید اس نئی صدی میں قیامت ہی برپا ہو جائے۔

حتیٰ کہ مسلمان بھی Y2K کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ایک مسلمان کو اس کی کوئی فکر اور پریشانی نہیں ہونی چاہئے کہ کیا ہو گا؟ تاہم ایک مسلمان کو بالفرض اگر یہ سب کچھ ہونا بھی ہے تو اپنا ذہن اور سوچ وسیع رکھنا چاہئے کیونکہ دوسری اقوام کے نزدیک تو انسان مر کر فنا ہو جاتا ہے یا انسان کوئی معدوم ہونے والی شے ہے۔ لیکن ایک مسلمان کے ذہن میں یہ بات مستحضر رہنی چاہئے کہ "انسان" رب کائنات کی انتہائی ارفع و اعلیٰ تخلیق ہے جو کبھی معدوم نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہمیشہ ہمیش کے لئے تخلیق فرمایا ہے۔ جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سب سے پہلے انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا تھا اور اس میں روح پھونکی تھی تو اس وقت قیامت تک پیدا ہونے والے ہر انسان کی روح بھی عالم ارواح میں موجود تھی اور تمام ارواح نے اللہ تبارک و تعالیٰ کو اپنا رب تسلیم کیا تھا۔ پھر اللہ نے ہر روح سے فرمایا تھا کہ وہ ایک معین مدت تک اس خاکی جسم میں رہے گی اور یہ مدت پوری ہونے کے بعد واپس بلا لی جائے گی۔ جس کو ہم موت کا نام دیتے ہیں۔ گویا کہ ہر انسان کی زندگی میں چار ادوار کا آنا لازمی ہے یعنی عالم ارواح' عالم شہادت (یعنی موجودہ زندگی) عالم برزخ (جہاں موت کے بعد سے قیامت تک رہنا ہو گا) اور پھر عالم آخرت جہاں جنت اور دوزخ کا فیصلہ ہو جانے کے بعد موت ذبح کر دی جائے گی۔

عجیب بات یہ ہے کہ مندرجہ بالا چار ادوار میں سے سب سے کم اور انتہائی مختصر Time Span اس موجودہ زندگی یا عالم شہادت کا ہے یعنی زیادہ سے زیادہ ایک سو سال اور آج کل اوسطاً یہ عرصہ تو پچاس ساٹھ سال ہی رہ گیا ہے۔ حالانکہ عالم ارواح' عالم برزخ اور عالم آخرت میں انسان لامحدود برسوں تک رہا ہے اور رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھئے کہ اتنا مختصر Time Span انسان کو دے کر اس کی آزمائش کی گئی ہے کہ وہ اپنی دائمی حیات کے لئے اس مختصر سے وقفے میں کیا کچھ کرتا ہے۔ لیکن انسان ایسا نادان ہے کہ اسی وقفے کو سب کچھ سمجھ لیتا ہے اور اپنے آپ کو سالوں اور صدیوں میں مقید سمجھ لیتا ہے۔

مزید برآں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس Short Time Span کے لئے انسان کو یونہی نہیں چھوڑ دیا ہے بلکہ ایک مضبوط اور بے نظیر نظام عدل و قسط بھی اسے دیا ہے اور اسے بتا دیا گیا ہے کہ وہ اس دور میں اپنی زندگی کیسے گزارے اور اس عالم شہادت میں اسے کیا کچھ کرنا ہے۔ لہٰذا Y2K کے مسئلے میں پریشان ہونے کے بجائے امت مسلمہ کو چاہئے کہ وہ پوری انسانیت کو یہ سمجھائے کہ انسان کبھی معدوم نہیں ہو گا۔ صرف وہ اپنے پروردگار کی مرضی کو سمجھے کہ اس نے یہ کارخانہ حیات کیوں بنایا ہے۔ انسان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ اور اس کی ڈیوٹی کیا ہے؟

انسان کو عالم شہادت کی زندگی صرف ایک بار ہی ملتی ہے۔ یہ انتہائی قیمتی وقت ہے جو کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہے۔ چنانچہ کیوں نہ انسان اس دور میں وہ کام کر جائے جو اس کو ابدی زندگی کی آسائشوں سے ہمکنار کر دے۔ تاہم Y2K جیسے متوقع حادثات میں ایک پیغام بھی پنہاں ہوتا ہے۔ امت مسلمہ کے لئے پیغام یہ ہے کہ وہ اپنا رخ صحیح کر لے اور اپنے بھولے ہوئے سبق کو دوبارہ یاد کر لے ؎

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغام سجود
پھر جبیں خاک حرم سے آشنا ہو جائے گی
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی
شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

"انسان" رب کائنات کی انتہائی ارفع و اعلیٰ تخلیق ہے' جسے ہمیشہ ہمیش کے لئے تخلیق فرمایا گیا ہے

کاروان خلافت منزل بہ منزل

علی ٹاؤن (فیصل آباد) میں
ہفت روزہ درس قرآن

علی ٹاؤن جو کہ سرگودھا روڈ پر واقع ایک قصبہ ہے بہت سی دینی جماعتوں کی سرگرمیوں کا مرکز ہے۔ جن میں جماعت اسلامی اور دعوت اسلامی سرفہرست ہیں۔ جماعت اسلامی کے ایک رکن محمد الیاس خان جو کہ "دی غزالی سکول" کے پرنسپل بھی ہیں ان کے خصوصی تعاون سے علی ٹاؤن میں ہفت روزہ درس قرآن کی کلاس کا بندوبست کیا گیا ہے۔ بنیادی طور پر اس پروگرام کا خیال الیاس صاحب نے پیش کیا۔ یہ پروگرام ۱۱ جولائی ۹۹ء سے لے کر الحمد للہ اب تک جاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ محمد الیاس صاحب اور دوسرے افراد جو اس میں تعاون فرما رہے ہیں' جزائے خیر عطا کرے۔ اب تک ہونے والے دروس کی تفصیل درج ذیل ہے۔ مدرسین میں تنظیم اسلامی اور جماعت اسلامی کے افراد شامل ہیں :
حقیقت ایمان' حقیقت جہاد' حقیقت تقویٰ' عظمت قرآن کے موضوعات پر پروفیسر خان محمد نے دروس دیئے۔ سید کفیل احمد ہاشمی نے حقیقت و اقسام شرک' حقیقت نفاق' والدین کے حقوق' ہمارے مسائل اور قرآن مجید پر دروس دیئے جبکہ ڈاکٹر عبدالسمیع نے انسانی ہدایت اور گمراہی کا خدائی قانون' فتنہ دجال' ہدایت قرآنی کے موضوعات پر دروس دیئے۔ محمد رشید عمر نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر' ملک احسان الٰہی نے فکر آخرت' حاجی اصغر علی نے اقامت دین' محبوب الزماں بٹ نے دین اسلام اور امت مسلمہ کی ذمہ داری' پروفیسر حمید اللہ خان نیازی نے نبی کی محبت اور اس کے تقاضے اور پروفیسر محمد اکرام نے نماز کی اہمیت و فضیلت پر درس دیا۔ (رپورٹ : محمد نعمان اصغر)

تنظیم اسلامی شرقی نمبر ۲ (کراچی)
کا ماہانہ ایک روزہ پروگرام

تنظیم اسلامی شرقی نمبر ۲ (کراچی) کے زیر اہتمام ماہانہ ایک روزہ پروگرام مورخہ ۲۱ نومبر بروز ہفتہ رات ۹ بجے سے ۲۲ نومبر بروز اتوار اذان عشاء تک مقامی تنظیم کے دفتر واقع ۱۱۳۔C کے مادام اپارٹمنٹ میں منعقد ہوا۔

راقم نے پروگرام کی ابتداء میں تصحیح نیت' پروگرام کی اہمیت اور پروگرام کی تفصیل پر چند کلمات ادا کئے۔

اس کے بعد محترم اصغر مجاہد صاحب نے مطالعہ حدیث کے ضمن میں اسلامی معاشرت سے متعلق منتخب مقامات سے مطالعہ پیش کیا۔ بعد ازاں سیرتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مطالعہ کے ضمن میں محترم ذاکر حسین شاہ صاحب نے عبداللہ بن عمرو کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی۔ سونے کے معمولات اور ادعیہ ماثورہ پر مشتمل مذاکرہ محترم فیض الرحمن صاحب نے کرایا۔ یوں تقریباً ۱۱ بجے رات یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

تمام رفقاء اگلے روز صبح ساڑھے چار بجے بیدار ہو گئے اور ساڑھے پانچ بجے تک انفرادی عبادات' ذکر و اذکار میں مشغول رہے۔ ساڑھے پانچ بجے تا چھ بجے تک عبادات سے متعلق عام فقہی مسائل بیان کئے گئے۔ اس کے بعد نماز فجر مسجد میں باجماعت ادا کی گئی۔ نماز فجر کے بعد ساڑھے سات بجے تک مختصر درس حدیث اور تجوید کا پروگرام ہوا۔ نماز اشراق ادا کی گئی اور ناشتے اور آرام کا وقفہ دیا گیا۔

وقفہ کے بعد رفقاء دوبارہ صبح ۹ بجے جمع ہوئے اور تقریباً ساڑھے بارہ بجے تک پروگرام جاری رہا۔ اس دوران امیر محترم کا خطاب جمعہ سنایا گیا۔ مطالعہ لٹریچر کے ضمن میں محترم محمد سلیم صاحب نے کتابچہ توحید عملی کا مطالعہ کرایا۔ اس کے بعد نماز ظہر طعام اور آرام کا وقفہ دیا گیا۔

رفقاء شام ۴ بجے دوبارہ جمع ہوئے۔ مختصر مشورہ کے بعد نماز عصر مسجد میں باجماعت ادا کی۔ عصر تا مغرب گشت کیا گیا۔ نماز مغرب تا عشاء درس قرآن ہوا۔ سورۃ الحجرات زیر درس رہی۔ مدرس محمد یاسین نے سورۃ مبارکہ کی روشنی میں معاشرتی اور سماجی احکامات اور حسن معاشرت کے موضوع کو واضح کرنے کی کوشش کی۔ یہ پروگرام اذانِ عشاء پر اختتام پذیر ہوا۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا۔

(رپورٹ : محمد یامین)

امریکہ میں دورۂ ترجمۂ قرآن کے پروگرام

الحمد للہ امریکہ میں حسب ذیل دو مقامات پر دوران نماز تراویح دورۂ ترجمۂ القرآن کے پروگرام تسلسل کے ساتھ منعقد ہو رہے ہیں۔

☆ نیویارک میں طاہر خاکوانی صاحب دورۂ ترجمہ قرآن کرا رہے ہیں۔

☆ جبکہ شکاگو میں نائب امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید صاحب دورۂ ترجمۂ قرآن کی ذمہ داری نبھا رہے ہیں۔

جامع تعلیم القرآن للبنات برکت ٹاؤن شاہدرہ کے چوتھے سالانہ جلسہ سے بیگم ڈاکٹر اسرار احمد کا خطاب

۲۹ نومبر کو جامع تعلیم القرآن للبنات برکت ٹاؤن شاہدرہ کا چوتھا سالانہ جلسہ تقسیم اسناد منعقد ہوا۔ مدرسہ کی ناظمہ فاطمہ اللہ دتہ' جو رفیق تنظیم اسلامی فیروز والہ مولانا اللہ دتہ کی صاحبزادی ہیں' کی تلاوتِ کلامِ پاک سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض مدرسہ ھذا کی ٹیچر کوثر نے سرانجام دیئے۔ ایک بچی نے ہدیہ نعت پیش کیا۔ بعد ازاں مسز لبنیٰ شاہد نے قرآن کے حقوق کے موضوع پر خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ قرآن کی یہ عظمت ہے کہ جو قوم اسے مضبوطی سے تھام لیتی ہے خدا اسے عروج دیتا ہے۔ دو بچیوں آسیہ یونس اور مرین بٹ نے عربی میں مکالمہ پیش کیا۔ مسز ثریا وحید نے فضائل رمضان پر خطاب کیا۔ فرقان گرلز ہائی سکول فیروز والہ کی طالبہ عمارہ مبین نے نعت رسول مقبول ﷺ پڑھی۔ اس کے بعد ناظمہ علیا تنظیم اسلامی حلقہ خواتین بیگم ڈاکٹر اسرار احمد نے فضائل رمضان پر خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اس لئے اس موقع کو غنیمت سمجھیں اور رمضان کی برکتیں سمیٹیں۔ انہوں نے کہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ماہ شعبان ہی میں رمضان کی تیاری شروع کر دیتے۔ لہٰذا ہمیں جاننا چاہئے کہ روزے کا مقصد کیا ہے کیونکہ کوئی بھی عبادت بے کار اور عبث نہیں ہے۔ روزہ کا مقصد تقویٰ ہے۔ ہمیں خود کو تقویٰ کی طرف مائل کرنا ہو گا۔ ہر وہ عمل جو خلوص نیت اور تقویٰ کے بغیر کیا گیا ہو وہ قیامت کے دن ہمارے منہ پر مارا جائے گا۔ روزے کی حالت میں سارے غلط کام چھوڑ دیئے جائیں اور زندگی کے معمولات ہمیشہ کیلئے بدل دیئے جائیں۔ رمضان کی اصل فضیلت یہ ہے کہ اس میں قرآن نازل ہوا۔ انہوں نے خواتین کو قرآن پاک صحیح تلفظ سے پڑھنے کی تاکید کی اور کہا کہ چاہے کم پڑھیں لیکن درست ادائیگی سے پڑھیں تاکہ قیامت کے دن قرآن ہمارے حق میں گواہی دے نہ کہ قرآن ہمارے خلاف اٹھ کھڑا ہو۔ قرآن مجید کی تعلیمات کو ذہن میں رکھیں اور عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے بعد مسز اشفاق نے روزہ کا مفہوم اور اہمیت پر بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ سچے دل سے روزے رکھنے سے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ مرین بٹ اور گلشن رفیق نے رمضان اور قرآن کے موضوع پر تقریر کی۔ دو بجے ظہر کی نماز اور کھانے کا وقفہ کیا گیا۔ وقفہ کے بعد پروگرام کا دوبارہ آغاز ہوا۔ اس نشست کی مہمان خصوصی بیگم اشرف صاحبہ تھیں۔ مسز عاتکہ علاؤ الدین نے خوف خدا کے موضوع پر درس دیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہمارے دلوں میں خوف خدا ہو گا تو ہماری زندگی کے اعمال اللہ کے احکام کے مطابق ہوں گے۔ خوف خدا ہی نیکیوں کی جڑ و بنیاد ہے۔ خوف خدا کا دل سے نکل جانا گناہوں کی دلدل میں دھنسنے کی مانند ہے۔ بیگم اشرف صاحبہ نے مدرسہ للبنات کی فارغ التحصیل بچیوں میں اسناد تقسیم کیں۔ آخر میں ناظمہ مدرسہ فاطمہ اللہ دتہ کی دعاء کے ساتھ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (مرتبہ : زاہدہ کوثر' فیروز والہ)

Regd. CPL No. 127

WEEKLY **NIDA-I-KHILAFAT** LAHORE

36-K, Model Town, Lahore Ph: 5869501-03

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کا دورۂ کراچی

اس ماہ شام الہدیٰ کے پروگرام کو محفل الہدیٰ کا نام دینا پڑا کیونکہ شام کے وقت FTC آڈیٹوریم میں بکنگ نہ ہو پائی۔ اتوار ۵ دسمبر صبح دس بجے یہ پروگرام منعقد ہوا۔ امیر محترم ۴ دسمبر کو ہی کراچی تشریف لا چکے تھے اسی دن بعد نماز عصر انہوں نے انجمن خدام القرآن سندھ کے اجلاس میں شرکت کی۔ اس پروگرام میں انہوں نے سورۂ بقرہ کے رکوع نمبر ۲۳ پر تفصیلی درس دیا جو تقریباً تین گھنٹوں پر محیط تھا۔ حکمت و احکامِ صومِ رمضان المبارک کی تفصیلات خواتین و حضرات نے بڑی توجہ کے ساتھ سنے۔

اسی شب ۸ بجے امیر محترم نے خواتین کلب' خالد بن ولید' روڈ میں قرآن و سنت رسولؐ کے باہمی تعلق کے موضوع پر خطاب فرمایا جس میں انہوں نے قرآن کریم کی آیات کے حوالے سے فتنہ انکارِ سنت کا رد کیا اور وہ لوگ جو قرآن کو حدیث سے آزاد کر کے اس کی جو من مانی تاویلات کر رہے ہیں ان کا تفصیل سے ذکر فرمایا۔ انہوں نے فرمایا کہ فتنہ انکار حدیث کا آغاز سرسید احمد خان سے ہوا۔ بعد ازاں اس قافلے میں علامہ مشرقی اور غلام احمد پرویز وغیرہ بھی شامل ہو گئے اور آج ہر پڑھا لکھا شخص کسی نہ کسی حد تک اس فتنہ میں مبتلا ہے۔

امیر محترم پیر ۶ دسمبر کو مسلم اسماعیلیہ مسجد گئے جہاں انہوں نے اسماعیلیہ نمازی خدمت کمیٹی ٹرسٹ کے جناب مہدی محمد صاحب سے ملاقات کی۔ اس ملاقات کا اہتمام تنظیم اسلامی کراچی ضلع شرقی نمبر ۱ کے رفیق محترم اشفاق حسین صاحب نے کیا تھا جو اس مسجد میں مہینے میں ایک بار درس قرآن دیتے ہیں۔ یہ ایک ایسے لوگوں کا گروپ ہے جس نے اسماعیلیہ عقائد سے تائب ہو کر حنفی العقیدہ مسلمانوں کا مسلک اختیار کر لیا ہے اور اسماعیلیوں میں اس دعوت کو عام کرنے میں مصروف ہے۔ محترم مہدی محمد صاحب نے بتایا کہ دین کی دعوت کے ساتھ ساتھ وہ اس کیمونٹی میں سماجی خدمت میں بھی مصروف ہیں۔ انہوں نے اس راہ میں پیش آنے والے مصائب کا تذکرہ فرمایا۔ انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ امیر محترم کے ایک درس قرآن کا ان کے لوگوں کے لئے بھی اہتمام کیا جائے۔ امیر محترم نے فرمایا کہ ان شاء اللہ کراچی کے کسی آئندہ دورے کے موقع پر اس پروگرام کا اہتمام کیا جائے گا۔ اسی شب آٹھ بجے امیر محترم نے میرج پوائنٹ یاسین آباد میں جہاں رمضان المبارک کے دوران دورۂ ترجمۂ قرآن کی اعجاز لطیف صاحب سعادت حاصل کریں گے استقبال رمضان کے حوالے سے قرآن اور رمضان کے باہمی ربط و تعلق کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

امیر محترم نے اپنے دورہ کے دوران رفقاء و احباب سے ملاقاتیں بھی کیں۔ رفقائے تنظیم محترم شیخ جابر اور احمد نواز خان صاحبان نے ملاقاتیں کیں۔ مولانا اصلح الحسینی سے امیر محترم نے ان کے دولت کدہ پر ملاقات فرمائی۔

اس دورے میں محترم ناظم اعلیٰ جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب امیر محترم کے ہمراہ رہے۔ (رپورٹ : محمد سمیع)

تنظیم اسلامی ذیلی حلقہ سرحد وسطی کا ایک روزہ پروگرام

تنظیم اسلامی ذیلی حلقہ سرحد وسطی کا دوسرا دعوتی و تربیتی پروگرام مسجد حاجی جمیل خان ہاتھیان میں ایک روزے کی صورت میں ۴' ۵ دسمبر ۹۹ء کو منعقد ہوا۔ میزبانی کے فرائض اسرہ ہاتھیان کے ذمہ تھے۔ مجموعی طور پر خوشگی' صوابی' رسالپور اور بدرشی سے ۱۷ رفقاء اور ۱۱۳ احباب نے شرکت کی۔

پروگرام کی نظامت کی ذمہ داری اسرہ بدرشی کے نقیب قاضی فضل حکیم نے ادا کی۔ پروگرام کا آغاز نماز مغرب کے بعد قاضی فضل حکیم نے فلسفہ موت و حیات کے ضمن میں سورۃ الملک کے ابتدائی آیات کی تلاوت اور ایک حدیث مبارکہ سے کیا۔ اس کے بعد نماز عشاء ادا کی گئی۔ نماز عشاء کے بعد بدرشی کے ملک امان نے پشتو میں "قرآن کی فریاد" نظم پڑھ کر سنائی۔ اس کے بعد ضمیر اختر صاحب نے نہایت شائستہ الفاظ میں فرائض دینی کا جامع تصور لوگوں کے سامنے واضح کیا۔ اس پروگرام میں رفقاء کے علاوہ اردگرد سے آنے والے مقامی نمازیوں نے بھی شرکت کی۔ اس کے بعد کھانے کا وقفہ ہوا۔

کھانے کے وقفے کے بعد تعارفی نشست ہوئی اور پھر بنیادی دینی مسائل کے ضمن میں سونے اور بیدار ہونے کی دعائیں یاد کرانے کے لئے گروپ بنائے گئے۔ صبح چار بجے انفرادی نوافل اور قرآن مجید کی تلاوت کے بعد آیۃ البرکی تجوید' تلاوت اور ترجمہ کو گروپس کی شکل میں ادا کیا گیا۔ انفرادی طور پر تلاوت سنی گئی۔ تلفظ کی ادائیگی اور صحیح پڑھنے کی مشق کرائی گئی۔ نماز فجر کے بعد بدرشی کے فضل رحیم نے سورۃ القیامہ کا درس دیا۔

پنج پیر کے رفیق محترم حضرت گل استاد نے اقامت دین کی فرضیت کے ضمن میں سورۃ شوریٰ کی آیت ۱۳ تا ۱۵ پڑھ کر سنائی اور تشریح بیان کی۔ اس کے بعد مطالعۂ کتب کا پروگرام بنا۔ مطالعۂ کتب کے لئے ۵ گروپس بنائے گئے اور ہر گروپ کو "مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق" میں سے ایک ایک حق دیا گیا۔ بعد میں ہر گروپ لیڈر کو دیئے گئے موضوع پر خیالات کا اظہار کرنے کا موقع دیا گیا۔ چائے کے وقفے کے بعد ذیلی حلقہ کے امیر جناب آذر بختیار خلجی صاحب نے "دین اور مذہب میں فرق" کو ایک چارٹ کے ذریعے واضح کیا۔

جناب فضل رحیم نے رسومات کے ضمن میں "شادی بیاہ کی رسومات" پر روشنی ڈالی اور یہ واضح کر دیا کہ آج غلط رسومات کی وجہ سے ہمارا نوجوان طبقہ تباہی کی طرف جا رہا ہے۔ رسومات میں شادی کی رسم پر زور دے کر کہا کہ نکاح میں سادگی اختیار کرو' تاکہ تم غیر ضروری اخراجات سے بچ سکو اور ایک اصلاحی معاشرے کی ابتدا ہو سکے۔ اس کے ساتھ ایک روزے کا پروگرام مسنون دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

اس پروگرام میں امیر تنظیم حلقہ سرحد جناب میجر فتح محمد صاحب نے بھی شرکت کی۔ (رپورٹ : شیر قادر)

دعائے مغفرت

تنظیم اسلامی گوجر خان کے رفیق جناب ریاض حسین صاحب کے بہنوئی اور جناب غلام مرتضیٰ کے چچا قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے ہیں۔ رفقاء سے مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

سکھر میں پہلی مرتبہ دورۂ ترجمۂ قرآن

سکھر میں تنظیم اسلامی کے امیر جناب جی ایم سومرو صاحب کی کوششوں سے پہلی مرتبہ دورۂ ترجمۃ القرآن کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ یہ پروگرام ریلوے کلب' سکھر میں ہو رہا ہے۔ مدرس کی ذمہ داری جی ایم سومرو صاحب خود ادا کر رہے ہیں۔

یہاں نماز تراویح کے دوران ہر چار رکعت سے پہلے پڑھے جانے والے قرآن کریم کا ترجمہ اور مختصر تشریح بیان کی جاتی ہے۔ اس پروگرام میں تقریباً ۳۰ مرد اور ۳۰ خواتین شریک ہوتے ہیں۔ خواتین کے لئے پردہ کا انتظام ہے۔ وقفہ کے دوران چائے سے حاضرین کی تواضع کی جاتی ہے۔